رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

مَعارِف

مجلسِ دارالمصنّفین کا، ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سیّد سلیمان ندوی

قیمت، چار روپیہ سالانہ مع محصول

مطبعہ معارف میں چھپکر دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شایع ہُوا

دائرۃ المعارف

یعنی

رسالۂ معارف دار المصنفین اعظمگڈھ کی کامل جلد

سوم

از رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ تا رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

مطابق

از جولائی ۱۹۱۸ء تا جون ۱۹۱۹ء

مرتبہ

سید سلیمان، ندوی

قیمت چار روپے

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپکر

دار المصنفین اعظمگڈھ سے شائع ہوا،

فہرست مضمون نگاران معارف جلد سوم

بابت سنہ ۳۶-۱۳۳۵ھ مطابق سنہ ۱۹-۱۹۱۸ء

فہرست شعراے معارف جلد سوم

بہ ترتیب اعداد معارف

فہرست مضامین رسالہ

(۱) شذرات

(۲) مقالات

(۳) مسائل و فتاوی

(۴) اخبار و سیر

(۵) التقریظ والانتقاد

(۶) باب التربیۃ والتعلیم

(۷) باب المراسلۃ والمناظرۃ

(۸) آثار علمیۃ ادبیۃ

(۹) ادبیات

(۱۰) مطبوعات جدیدہ

مجلد سوم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	عدد ہفتم

مضامین

شذرات

دسمبر کے قومی ہنگامے ایک ایک کرکے ختم ہوگئے، **کانگریس** سے لیکر **اُردو پریس کانفرنس** تک ہر ایک مجلس کی رووادِ عمل ہر شخص کے سامنے آگئی، اس سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم نے بولنا تو سیکھ لیا ہے، آہستہ آہستہ زبانون سے منتقل ہوکر ایک دن ہاتھون تک قوت پہنچ جائیگی، لیکن دعا کیجیے کہ یہ قوت باہم دست و گریبان ہونے مین نہین بلکہ دامنِ مقصود کے چھونے مین صرف ہو،

اللہ اکبر! چند سالون مین کتنا تفاوت ہوگیا، کانگریس مین ایک مدت سے دو فریق ہوگئے ہین اربابِ اعتدال (ماڈریٹ) اور اربابِ استعجال (ایکسٹریمسٹ) **سورت** کانگریس مین جب یہ دونون فریق باہم بھڑکر الگ ہوگئے تو استعجالیون کو کانگریس کے احاطہ سے نکل جانا پڑا، اور **اعتدالی** چھ برس تک کانگریس کے تخت پر بلا شرکت غیرے مالک رہے، **لکھنؤ** کی کانگریس نے بچھڑون کو پھر ملایا، لیکن اس میل ملاپ پر دو برس بھی گذرنے نپائے کہ **دلی** کی کانگریس نے پھر نزاع قائم کردی لیکن زمانہ کا **انقلاب** دیکھو کہ اب **استعجالی** کانگریس کی عنانِ حکومت کے مالک ہین اور اعتدالیون کو کانگریس کے احاطہ سے باہر نکل جانا پڑا، تلک الایام نداولہا بین الناس،

مسلم لیگ نے اپنے بارہ برس کی تاریخ مین سب سے پہلی بار اپنے شایانِ شان وجود کا ثبوت دیا، سچ یہ ہے کہ **دلی** کے زیر خاک زندون کی ہندوستان کے روے زمین کے مُردون کی آبرو رکھ لی، آنریبل **فضل حق** اور ڈاکٹر **انصاری** نے صدارت کے خطبے نہین پڑھے بلکہ ایک نے

ہندوستان کا دل اور دوسرے نے **اسلام** کا جگر دنیا کے سامنے رکھدیا

شد وقت آن کہ دیدہ چو دل غرقِ خون کنم | خون نابۂ گرہ شدہ از دل برون کنم
آن غصہ کہ پیش نخوردم کنون خورم | وان نالہ کہ پیش نکردم کنون کنم
گویند غافلان کہ رہِ صبر اختیار کن | چون اختیار در کفِ من نیست چون کنم

دلی کی مسلم لیگ بھی نزاع باہمی سے پاک نہین رہی، لیکن لیگ اور کانگریس کی نزاعون مین ایک دقیق فرق ہے، کانگریس مین مایۂ اختلاف رفتار کی تیزی اور سستی ہے، اور لیگ مین نفسِ رفتار کا عدم یا وجود!
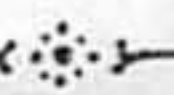
یادش بخیر! **ایجوکیشنل کانفرنس** تو امسال بچکر سورت نکل گئی، "دکن کی بجلی" "صرف مسلم لیگ" پر گری، اسکے اجلاس مین علماے کرام بھی تشریف فرما تھے، ایک گوشہ سے آواز آئی!

یارب تو نگہدار دلِ خلوتیان را | کان مغبچہ مست است و درِ صومعہ باز است

معاصر لکھنؤ کی روایت ہے کہ ان چند لمحون مین اربابِ دل و تسبیح دعاے "ردِّ بلا" کی قراءت مین مصروف رہے،

ایجوکیشنل کانفرنس نے کلکتہ کے تجربہ کے بعد یہ طے کرلیا کہ **تعلیم** اور **سیاست** ایک ساتھ نہین جمع ہوسکتین، چنانچہ لیگ دلی آئی تو کانفرنس پرے ہٹکر سورت چلی گئی، کانفرنس کا یہ اجلاس متعدد حیثیتون سے کامیاب رہا، چودہ ہزار روپیہ کانفرنس کو وظائف کے لئے ملا، ایک دار الاقامہ کے لئے ۵۰ ہزار کا چندہ ہوا، دار الاقامہ تعمیر ہونے تک ایک باہمت نے اپنی عالی شان عمارت طلبہ کے رہنے کے لئے دیدی،

دو برس کے بعد اردو کانفرنس کا اجلاس دلی مین ہوا، تقریرین پڑہین، تجویزین دیکہین، مشاعرہ کی غزلین سنین، لیکن یہ نظر نہ آیا کہ ودیاتون سے، تحصیلی اسکولون سے، کچہریون سے، ڈاکخانون سے جس اردو کو شہر بدر کیا جا رہا ہے، اور مسلمان طلبہ اور معاملہ دارون کو ہندی قبول کرنے پر مختلف تدبیرون اور حیلون سے مجبور کیا جا رہا ہے اسکی روک کی کیا صورت ہے؟ اس دفعہ وقت کی تنگی کے باعث صرف ڈہانچ کھڑا کر دیا گیا ہے امید ہے کہ آیندہ کچھ ہو رہے گا، حکیم ناصر الدین صاحب ابن شفاء الملک مرحوم دہلوی کی مسیحائی اس ڈہانچ مین شاید روح پہونک سکے

سنہ ۱۹ء مین دار المصنفین کی طرف سے حسب ذیل کتابین شایع ہونگی، سیرۃ عمر بن عبد العزیز از مولانا عبد السلام ندوی، روح الاجتماع، لیبان، از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی، مکالمات برکلے از مسٹر عبد الماجد بی، اے، سیرۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، از سید سلیمان ندوی،

سیرۃ نبوی جلد ثانی کی کتابت ۱۰۰ صفحہ تک ہو چکی، کاغذ کے لئے اہتمام کیا جا رہا ہے، کوشش ہوگی کہ سال کے اندر اندر یہ حصہ چھپکر شائقین کے ہاتھون مین پہنچ جائے، والامر بید اللہ

مقالات

نظربندان اسلام

بتقریب رہائی سید الاحرار سید فضل الحسن حسرت موہانی

تا چند بزنجیر خرد بند توان بود

سرستی و آشوب جنون چند توان بود

دنیا چار برس کی عالمگیر جنگ سے گھبرا اٹھی، لیکن بغور دیکھو تو نظر آئیگا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک مسلسل اور غیر منقطع سلسلۂ جنگ مین مبتلا ہے، صبح اور شام، دن اور رات، چاندنی اور اندہیری بہار اور خزان، جاڑا اور گرمی یہ کیا ہین؟ اس رزمگاہ عالم کے نبرد آزما حریف ہین!

ہوا اور مٹی، آگ اور پانی دریا اور پہاڑ، زمین اور آسمان کیا ہین؟ عناصر کی باہمی جنگ کے مظاہر ہین بلکہ یہ ساری کائنات انہین عناصر کی فتح و شکست کے نتائج ہین،

جمادات اور نباتات، نباتات اور حیوانات، حیوانات اور انسان غور کرو کیا ان مین موت و حیات کی کشمکش کے لئے ایک دائمی جنگ برپا نہین ہے، آگے بڑہو، اشرف المخلوقات کی دنیا مین آؤ، یہان قوت سے قوت، جماعت سے جماعت، قوم سے قوم دست و گریبان ہے،

غرض کائنات سرتاسر جنگ، صلح، اور شکست ہے!!

لیکن سب سے تعجب خیز، سب سے حیرت انگیز، اور سب سے زیادہ تحیر افزا وہ جنگ اور صلح ہے جو اس عالم مادی سے ماوراء روحانیات کے عالم مین برپا ہے، صدق اور کذب، حق اور باطل، صواب اور خطا مین دنیا جب سے قائم ہے، ایک غیر فانی نزاع قائم ہے،

لیکن یہ تعجب، یہ حیرت، اور یہ استعجاب اسوقت اور زیادہ ہوجاتا ہے، جب کمزوری قوت سے، شخص، جماعت سے، جماعت قوم سے، اور قوم دنیا سے لڑنے کو آمادہ ہوجاتی ہے، ذرّہ پہاڑ کو، قطرہ سمندر کو، اور چیونٹی سلیمان کو اعلان جنگ دیتی ہے، اور صرف ایک حق اور صداقت کی قوت کو اپنے دست و بازو کا سہارا جانتی ہے،

کہن سال دنیا کے سوانح زندگی کا جتنا تحریری سرمایہ اسوقت موجود ہے، اسکے اکثر اوراق انہین خونین داستانون سے رنگین ہین، اسوقت کرۂ زمین کی ہر قوم سرتاپا آواز ہے کہ اس ضخیم کتاب مین سے میری زندگی کا باب نکال کر پڑھو، لیکن سامان عبرت جواب دیتا ہے کہ مجھکو دنیا کی صرف آخری قوم کی تاریخ کا جائزہ لینا ہے،

اس قوم کی تاریخ مین وہ شہدائے ملت بھی ہین جنھون نے میدان حق مین لڑکر جانین دین، وہ بھی ہین جنکی گردنین تلوارون کا امتحانگاہ بنین، وہ بھی ہین جنکے سر سولی پر لٹکائے گئے، وہ بھی ہین جنکے پہلو مین نیزے چبھوے گئے، وہ بھی ہین، جنکی زبانین حقگوئی کے جرم مین تالو سے کھینچ لی گئین، وہ بھی ہین جنکا ایک ایک عضو کاٹکر الگ کردیا گیا،

پھران مین ایسے امن پسند تیغ زنون کی بھی کمی نہین جنکے جھوپڑون کی ناتوان آواز برق وصاعقہ بنکر محلون اور ایوانون کو ہلا آئی، جنکے ہاتھون کی ایک کمزور جنبش نے بھی قبائے حکومت کے تار تار الگ کردیئے، جنکے چشم و ابرو کے ایک اشارہ نے اُنکے جاہ و جلال کے اوراق پارہ پارہ کردیئے

لیکن اسوقت اُنکی یاد تازہ کرنا ہے جنکے کارنامے خونین اوراق مین نہین بلکہ خانہ ویرانی کی گرد باد اور حلقہائے زنجیر کے شور مین الفاظ بنکر سنائی دیتے ہین کہ اب یہی درس عبرت مستقبل کی درسگاہ مین ہمکو بار بار دہرانا ہے،

مدرسۂ اسلام کی سب سے پہلی کتاب لاؤ اور وہ باب کھولو جسکا عنوان احسن القصص ہے،

قرآن پاک کی ہر تمثیل، اور حکایت، حیات انسانی کے مختلف مدارج کے اسباق ہین، سورۂ یوسفؑ ہمارے سامنے اس نمونہ کو پیش کرتا ہے، جب داعی حق طوق و زنجیر سے گرانبار اپنے کو گوشۂ زندان مین پاتا ہے، پیر کنعان کا "نور العین" مصر کے قید خانہ مین سربزانو ہے، یاران زندانی حلقۂ محفل ہین، معصوم قیدی اس چہار دیواری کے اندر بھی اپنے کاروبار سے غافل نہین، کیونکہ اسکو جو کام کرنا ہے اسکے لئے صرف انسانون کا مجمع درکار ہے، محدود نا محدود رقبۂ زمین نہین، وہ گویا ہے،

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ط تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ	یہ وہ چیز ہے جسکی تعلیم میرے پروردگار نے مجھے دی ہے
لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ	مین نے اس قوم کا مذہب چھوڑدیا ہو جسکا اللہ پر ایمان نہین
كٰفِرُونَ ٥ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَاءِي	اور جو دوبارہ زندگی سے منکر ہی اور اپنے باپ دادون
اِبْرٰهِيمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا اَنْ	ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کا پیرو ہوا، ہمارے لئے
نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ	سزاوار نہین کہ ہم خدا کا کسیکو شریک بنائین، یہ خدا کا ہم پر
اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	اور لوگون پر احسان ہے، لیکن اکثر لوگ اسکے شکرگذار نہین
لَا يَشْكُرُونَ ٥ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ	ای یاران زندان! کیا چند الگ الگ خدا اچھے ہین یا ایک
مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ٥ مَا	ذوالجلال خدا، اُسکو چھوڑکر تم ان چند نامون کی پرستش
تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهٖ اِلَّا اَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا اَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ	کرتے ہو جنکو خود تم نے اور تمہارے باپ دادون نے رکھ لیا ہے،
مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اَمَرَ اَلَّا	اور جنکی کوئی دلیل خدا نے نہین اتاری، حکومت بجز
تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ ط ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ	خدا کے کسیکی نہین، اس نے حکم دیا ہے کہ ہم صرف اُسیکو
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ،	پوجین، یہی سیدھا مذہب ہی لیکن اکثر لوگ نہین جانتے،

اسلام کی تاریخ کا آغاز ایک نظر بند کے وجود گرامی کے ساتھ وابستہ ہے، "شعب ابی طالب" کا محصور

علیہ الوف التحیۃ والسلام اپنی ، بہم کر دوامت کو یہ تعلیم دے گیا ہے کہ اعلان حق کی راہ مین قید و حبس کی
دیوارین تمہاری نافذ الاثر آوازون کو نہین روک سکتین، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین برس تک
اس گھاٹی مین مع خاندان بنی ہاشم کے محصور رہ کر اس طرح گذارے ہین کہ مکہ کی کار فرما طاقتون کی
طرف سے یہ قدغن تھی کہ کوئی کھانے پینے کی چیز تک اُنکے پاس جانے نپائے، قبائل نے باہم
ایک تحریری معاہدہ کیا کہ "کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت کریگا، نہ اُنکے ہاتھ خرید و فروخت
کریگا نہ اُن سے ملیگا، نہ اُن کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دیگا، جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دین[۵]"

یہ تین سال اسقدر سخت گذرے کہ طلح کے پتے کھا کھا کر گذارے، اس حصار مین آپ تنہا نہ تھے
بلکہ ام السادات والمومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی آپکے ساتھ تھین، کمسن صاحبزادیان بھی مان کے
آغوش مین تھین، ننھے ننھے بچے جب بھوک سے روتے تو سنگدل انکی آواز سن سن کر ہنستے کہ انکی
چشم تر کی بوندین گویا انکے کشت آرزو کا ابر باران تھین، ایک دن حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم
بن حزام نے تھوڑا سا غلہ اپنی پھوپی کے پاس بھیجا — ابو جہل نے دیکھا تو چھین لینا چاہا،

اسلام کی تبلیغ حق دولت و نعمت مین نہین ہوئی ہے، زور و قوت مین نہین ہوئی ہے جاہ
و جلال مین نہین ہوئی ہے، بلکہ مصائب و خطرات، مظلومیت و بیکسی، فقر و فاقہ مین، اور سب سے آخر
قید و بند کی بیڑیون اور زندان و حصار کی چار دیوارون مین، لیکن ان مین سے کوئی چیز داعی اسلام
اور مبلغ رسالت کو اپنے فرائض سے باز نہ رکھ سکی، آفتاب کا نور گرد و غبار کے دامن سے نہین
چھپتا، اور آسمان کا ابر باران زمین کے بخارات سے نہین تھمتا،

۵؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی مین مع خاندان بنی ہاشم کے تین برس تک محصور رہے تھے، ۱۲ سیرۃ النبی صفحہ ۱۴۹

مسیح الاسلام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص تھے جنکی نسبت حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آسمان نے اپنا سایہ ابوذر سے زیادہ کسی حقگو آدمی پر نہین ڈالا، اور نہ
زمین نے ان سے کسی زیادہ حقگو آدمی کا بار کبھی اُٹھایا" یہ مکہ مین اسوقت ایمان لائے جب اس سرزمین
مین "ایمان" کا لفظ قانونی جرم تھا، چنانچہ اپنے وطن سے چل کر جب یہ مکہ پہنچے اور مخفی مسلمان ہوئے
آپ نے فرمایا کہ تم اپنے قبیلہ مین واپس چلے جاؤ، اور اسوقت کے منتظر رہو جب اسلام کو ملک مین
امن و امان نصیب ہو، لیکن اُنکے لئے انتظار مشکل تھا، وہ اب سر تا پا آواز حق تھے، انکا رونگٹا رونگٹا
اعلان حق کے لئے بیچین تھا، چنانچہ وہ سیدھے خانہ کعبہ مین آئے، اُس خانہ کعبہ مین جو اسوقت
۳۶۰ بتون کا مسکن تھا، اور اگر لا الہ الا اللہ کا اس زور سے نعرہ مارا کہ آس پاس کی پہاڑیان
گونج اُٹھین، یہ آواز سُن کر قریش چارون طرف سے دوڑ پڑے، حضرت عباس نے آکر بچایا، لیکن
یہ جسمانی تکلیف اُنکے روحانی عزم و استقلال کی مضبوطی مین ایک ذرہ انقلاب نہ پیدا کر سکی، دوسرے
دن وہی ابوذر غفاری تھے، وہی ۳۶۰ بتون کا کعبہ تھا، اور وہی نعرہ توحید کی زلزلہ انداز تکبیر تھی،
قریش کی طرف سے وہی کل کی طرح آج بھی جواب ملا، تاہم یہ سزا بھی انکو فرض تبلیغ سے باز نہ رکھ سکی،
حضرت ابوذر نے تین خلافتون کا زمانہ دیکھا، زمین بدل گئی، آسمان بدل گیا، فتوحات نے
مسلمانون کے چھوٹے چھوٹے جھوپڑے کو رشک ایوان کسریٰ، اور غیرت کاشانہ فغفور بنا دیا، لیکن
ایک ذات تھی جو سونے اور چاندی کا ایک ٹکڑا بھی اپنے گھر رکھنا حرام سمجھتی تھی، حضرت عثمان رض کے
زمانہ مین وہ سرزمین شام مین تھے، جہان رومیون کے اثر سے مسلمان امراء اسلام کی سادگی کو
چھوڑ کر دولت اور تنعم کے خوگر ہو چلے تھے، امیر معاویہ کا دربار قیصر و کسریٰ کی بارگاہ بن رہا تھا، اُنکے
جاہ و جلال کے رعب و داب نے بڑے بڑون کی زبانین گنگ کر دی تھین، لیکن جرأت آزادی
کی وہ بے نیام تلوار جو ابوذر غفاری کے کام و دہن مین تھی ایک لمحہ کے لئے نہ جھکی، اور ہمیشہ برسر دربار

اعلان حق کے لئے چمکتی رہی، آخر انکو آستانۂ خلافت سے انکے بلوا لینے کی درخواست کرنی پڑی، چنانچہ یہ مدینہ بلوا لئے گئے، اور یہان سے ربذہ ایک چھوٹے سے گاؤن مین بھیجدیے گئے، یا خود اپنے لئے وہین رہنا مناسب سمجھا،

ربذہ کا نظر بند ایک کملی خیمہ مین چند اونٹ اور بکریون کے ریوڑ کے ساتھ تمام دنیا سے گوشہ گیر ہوکر بیٹھ گیا، حضرت عثمانؓ نے بیت المال سے انکے اسباب راحت کا سامان کرنا چاہا لیکن قبول نہ کیا،

لیکن تم کیا سمجھتے ہو کہ اس سلطان حق نے اسکے بعد تلوار نیام مین کرلی، وہ اس زمانہ مین فتوی دینے کے مجاز نہ تھے، لیکن اسی حالت مین اُنسے ایک شخص نے فتوی پوچھا، اُنھون نے جواب دیا، ایک قریشی نے ٹوکا کہ تم فتوی دینے کے مجاز نہین ہو، کیون دیتے ہو، تو نہایت جوش کے ساتھ فرمایا "خدا کی قسم اگر تم میری اس گردن پر تلوار بھی رکھدو اور مین اس لمحہ مین سمجھون کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ایک لفظ بھی ادا کرسکتا ہون تو ادا کردونگا"

آخر اسی مسافرت اور غربت مین اس طرح جان دی کہ حسب وصیت اور پیشگوئی نبوی جنازہ لاکر سر راہ رکھدیا گیا کہ فوراً اس رہگذر عام سے کوچ کرجانے والے مسافر کی نماز پڑھین، چنانچہ ایسا ہی ہوا، عبد اللہ بن مسعودؓ کا گذر ہوا اور اُنھون نے نماز پڑھائی،

سریۂ رجیع کے دو زندانیون کی داستان بھی ہمکو سنانی ہے، حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ یہ دونون بزرگوار اصحاب صفہ مین سے ہین، یعنی ان لوگون مین سے جو میدان جنگ کے لئے نہین بلکہ منبر و محراب کے لئے تعلیم پا رہے تھے، ایک قبیلہ کی دعوت پر دس واعظین اسلام جنمین یہ دو صاحب بھی تھے، بھیجے گئے، رجیع کے مقام پر پہنچکر کافرون نے بدعہدی کی اور دو سو آدمیون کا دستہ انکی گرفتاری کے لئے بھیجدیا، اکثر نے قید و اسیری کے ننگ کو گوارا نہ کیا، اور لڑکر جانین دین،

خبیب اور زید دو صاحبون نے کفار کے وعدون پر بھروسا کرکے اپنے آپکو انکے حوالہ کردیا، اُنھون نے خلاف معاہدہ انکی مشکین کسین اور مکہ مین لاکر بیچ ڈالا، قریش نے بدر کے انتقام کے لئے انکو خریدلیا، اور تین مہینے تک قید مین رکھا، ان دونون قیدیون نے زمانۂ قید مین اسلام کی تعلیم کا جو نمونہ پیش کیا وہ مذاہب کی تاریخ مین عدیم المثال ہے،

حضرت خبیب جس گھر مین قید تھے، اسلام کے بعد اس گھرانے کی ایک خاتون نے علی الاعلان گواہی دی کہ خبیب سے بڑھکر کسی قیدی کو ہم نے نیک و سعادتمند نہین پایا، ایکدفعہ اسی خاندان کا ایک بچہ کھیلتا ہوا انکے پاس چلا گیا، انکو معلوم تھا کہ یہ اس خاندان کا چشم و چراغ ہے جو چند دنون مین سولی کی لکڑی پر انکی لاش کو لٹکانے والا ہے، لیکن اُنھون نے پیار سے اس بچہ کو زانو پر بٹھا لیا انکے ہاتھ مین ایک ضرورت سے استرہ تھا، بچہ کی مان کی نگاہ جب اس قیدی پر پڑی تو یہ منظر دیکھکر کہ بچہ قیدی کے زانو پر بیٹھا ہے اور کھلا استرہ اسکے ہاتھ مین ہے، سہم گئی، حضرت خبیب نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مین اپنے خون کا انتقام تمہارے بچہ سے لونگا، ہمارا یہ کام نہین، حضرت خبیب نے کافرون سے زمانۂ قید مین جو رعایتین چاہین وہ صرف تین تھین، میٹھا پانی، حرام کھانا مجھکو نہ دیا جائے، قتل کی پہلے سے اطلاع دیجائے،

چند روز کے بعد حضرت خبیب نے حرم کے میدان مین جس بہادری، اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ مظلومیت کی سولی پر جان دی، وہ تاریخ اسلام کا معروف واقعہ ہے، اخلاق کے اس معجزانہ منظر نے آخر اس خاندان کو اسلام کا حلقہ بگوش بنادیا،

دوسرے قیدی حضرت زید بن دثنہ انصاری تین مہینے کی قید کے بعد مقتل مین لائے گئے کفار کا بڑا احاطہ کئے تھا، جلاد کی تلوار نگاہون کے سامنے تھی، سولی کی لکڑی پہلو مین نصب تھی، ابو سفیان نے آگے بڑھکر پوچھا "زید! کیا تم پسند کرتے اگر آج تمہارے بجائے محمدؐ کی لاش اس سولی پر

لٹکتی ہوتی" سرشار خمخانۂ محمدی نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم مین یہ پسند کرونگا کہ میری لاش سولی پر لٹکائی جاے اور محمد صلعم کے تلوون مین کانٹا بھی نہ چبھنے پاے"،

حضرت ابوجندلؓ وہ اس جرم پر کہ اسلام لائے تھے مکہ مین پابزنجیر تھے طرح طرح کی تکلیفین دیجاتی تھین کہ اس نئے مذہب سے توبہ کرو، لیکن وہ ان تمام سختیون کو خوشی سے جھیلتے رہے سنہ ۶ھ مین عمرہ کی غرض سے جب چودہ سو جان نثارون کے ساتھ آپ نے مقام حدیبیہ مین قیام کیا اور کفار نے آگے بڑھنے سے روکا اور شرائط صلح طے ہونے لگے تو عین اسوقت جب معاہدہ کی سطرین زیر تحریر تھین، ابوجندل کسی طرح قریش کے مجلس سے نکل کر، پاون مین بیڑیان پہنے ہوے آئے اور سب کے سامنے گر پڑے، قریش کے سفیر نے جو خود ابوجندل کا باپ تھا کہا کہ "محمد! یہ پہلا قیدی ہے جسکو تمہین واپس دینا ہوگا"، ابوجندل نے تمام مجمع کے سامنے اپنے زخم دکھائے جو قریش کے جور و ستم کی یادگار تھے، اور کہا، برادران اسلام! مین اسلام لاچکا ہون کیا پھر مجھکو کافرون کے ہاتھ مین دیتے ہو کیا پھر مجھے انکا قیدی بناتے ہو" تمام مسلمان اس دردناک منظر کو دیکھکر تڑپ اٹھے چہرون پر تیوریان چڑھ گئین، اخوت اسلامی کی لہر برق بنکر چودہ سو بہادرون کے دل و جگر مین تیر گئی، کہ دفعتہً لبہاے مبارک ہلے اور ابوجندل کی طرف خطاب کرکے فرمایا،

"ابوجندل! صبر اور ضبط سے کام لو، خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلومون کیلئے راہ نکالیگا، صلح اب ہو چکی، اور ہم ان لوگون سے بدعہدی نہین کرسکتے"

اس فرمان کو سُن کر ابوجندل نے اطاعت کی گردن جھکالی، اور مجلس کی قید و زنجیر کو اسلام کی بدعہدی کے داغ پر ترجیح دی،

ضعف اور قوت، اور حق و باطل کی باہمی معرکہ آرائیون مین انبیاے اولوالعزم اور پروردگان آغوش نبوت نسل مستقبل کے لئے اقتدا اور پیروی کے جو نمونے چھوڑ گئے انکے جانشینون نے سرمو

ان سے تفاوت نہ کیا، تاریخ ان واقعات سے لبریز ہے، استیلاے باطل کے تاریک عہد نے جب کبھی دنیا کا احاطہ کیا، ائمہ اطہار اور علماے صالحین اسی راستہ پر قدم مارتے چلے گئے، جنمین اسلاف کرام اپنے عمل اور کارنامون کے چراغ جلاتے چلے گئے تھے،

بنوامیہ کے عہد حکومت مین اکابر محدثین نے ہر قدم پر انکے جور و ستم کو روکا، برسر دربار انکی غلطیون کا اظہار کیا، اور اس اعلان حق مین قید و زنجیر، بے خانمانی. وجلاوطنی کا باک نہ کیا،

حضرت سعید بن مسیب جو تابعین مین سب سے بڑا مرتبہ رکھتے ہین، انکے واقعات حریت طلب دنیا کیلئے نمونہ ہین، انھون نے کبھی کسی بادشاہ یا امیر کے عطیہ کو قبول کرنا گوارا نہ کیا، اور نہ کبھی سلطنت کا وظیفہ خوار بننا پسند کیا، اسلئے انکی زبان اظہار حق مین ہمیشہ بیباک رہی، ایکدفعہ خلیفۂ شام کا قاصد اُن کے سامنے سے گذرا، بلاکر پوچھا کہ "بنی مروان کو تم کس حال مین چھوڑ کر آئے"، بولا "بخیریت" فرمایا تم نے اس حال مین چھوڑا ہے کہ "وہ انسانون کو بھوکا رکھتے ہین اور کتون کو کھلاتے ہین" قاصد کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا، لیکن انھون نے کوئی پروا نہ کی، دوستون نے عرض کی، اپنی جان کے درپے کیون ہو، جواب دیا جبتک مین حق پر ہون خدا مجھکو بے یار و مددگار نہ چھوڑیگا"۔

آخران آزادگویون کا یہ نتیجہ ہوا کہ کڑاکے کی سردی مین انکے بدن پر ٹھنڈا پانی ڈالکر انکو کوڑے لگاے گئے، قید کیا گیا، انکے قتل کا سامان ہوا، اور آخر مین یہ فرمان جاری ہوا کہ کوئی اُنکے پاس بیٹھے، اور نہ کوئی بات چیت کرے، لیکن اس حالت مین بھی اُنکی سیف زبانی کم نہوئی، ایک قاصد شقۂ شاہی لیکر اُنکے پاس آیا، شقہ کو بکری کے منھ مین دیدیا وہ چبا گئی، فرمایا کہ یہی اسکا جواب ہے

ابراہیم تیمی کوفہ کے ایک حقگو عالم تھے، حجاج کے قیدخانہ مین انھون نے عمر بسر کردی۔

یحیٰی بن عامر کہتے ہین کہ یہ پہلے شخص ہین جنھون نے قرآن مین نقطے لگائے، حجاج نے انکو عراق سے جلاوطن کردیا، آوارہ گرد خراسان پہنچے، وہان کے گورنر نے انکی بڑی تعظیم کی اور قضا کا منصب

پیش کیا، لیکن کچھ دن بھی گذرنے نپائے تھے کہ یہان سے بھی الگ ہونا پڑا،

امام منصور بن معتمر نے محبس جانا اسلئے پسند کیا کہ وہ ایک جابر حکومت کی طرف سے عہدہ قضا قبول کرنا نہین چاہتے تھے،

امام شعبی کی جلالت شان سے کون واقف نہین، کوفہ وطن تھا، مختار کے زمانۂ حکومت مین کوفہ سے بھاگ کر انکو مدینہ آنا پڑا، حجاج کے زمانہ مین وہ کوفہ آکر دار الامارۃ مین عزت و تکریم کے ساتھ رہنے لگے، لیکن جب علماے کوفہ نے حجاج کے مقابلہ مین فوج کشی کی تو امام شعبی دونون فوجون کے بیچ مین کھڑے ہوکر حجاج کے مظالم بیان کئے، اتفاق سے علمار کی فوج کو شکست ہوئی، امام شعبی نے گھر پہنچکر کواڑ بند کرلئے، اور نو مہینے اسی حال مین بسر کئے، پھر ایک دن موقع پایا تو فوج مین بھرتی ہوکر خراسان چل دیئے، وہان انکو ایک عمدہ جگہ مل گئی، ابھی پورا اطمنان بھی نہین ہوا تھا کہ حجاج کے مخبرون نے جاسوسی کی، اور والی خراسان کے نام حکم آیا کہ شعبی کو فوراً پکڑلو، اگر وہ بچکر نکل گیا تو تمہین سزا دیجائیگی، والی جو امام موصوف کی شان جلالت سے واقف تھا، اس نے ہر چند چاہا کہ وہ کہین نکل جائین، لیکن اُنھون نے کہا کہ اب بچنا مشکل ہے، آخر پابزنجیر دار الامارۃ کو روانہ کئے گئے، حجاج نے پھر انکو رہا کر دیا،

۱۳۲ھ مین جب زمانہ نے کروٹ لی، اور شام اُجڑ کر عراق آباد ہوا، یعنی ملک کی عنان حکومت بنو امیہ سے نکل کر بنو عباس کے ہاتھ مین آئی، اور سادات نے حجاز مین اپنا علم بلند کیا تو دیگر علماے کبار کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفۃ النعمان نے فتوی دیا کہ منصور عباسی کی بیعت ناجائز ہے، اور خلافت نفس زکیہ کا حق ہے، سادات کی ناکامی کے بعد جب منصور نے دوبارہ ملک پر تسلط پایا تو امام کو دربار مین طلب کیا اور منصب قضا کے قبول کرنے پر مجبور کیا، مگر اُنھون نے صاف انکار کیا، منصور نے حکم دیا کہ انکو قید کردیا جائے، امام نے قید خانہ کے حقیر و تنگ حجرہ کو منصب قضا کے

بلند و رفیع ایوان پر ترجیح دی، چار برس اسی قید خانہ مین گذارے، اور اس سے اسوقت چھوٹے جب رُوح نے قید ہستی سے رہائی پائی،

امام ممدوح کے فضائل مین یہ امر بھی کچھ کم قابل ستائش نہین کہ جس علم کی خدمت مین اُنھون نے اپنی ساری عمر گذاری تھی، اس قید خانہ مین بھی اُس فرض کی ادا سے غافل نہ رہے، یہان بھی سلسلۂ تعلیم برابر قائم رکھا، امام محمدؒ کہ فقہ حنفی کے دست و بازو ہین، امام کا یہی قید خانہ انکی تعلیم کا مدرسہ تھا۔

۲۱۸ھ مین مامون نے علما کو اس اعتقاد کی تسلیم پر مجبور کرنا چاہا کہ "قران مخلوق ہے"، ان بزرگون نے پامردی کے ساتھ مامون کی اطاعت سے سرکشی کی ان مین سب سے پہلا نام امام احمد بن حنبل کا ہے، والی بغداد کے نام اُس نے فرمان جاری کیا کہ امام اور دیگر علمار کے اس عقیدۂ خاص کا امتحان لو، امام موصوف سے جب یہ پوچھا گیا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کی نسبت کیا کہتے ہو، فرمایا مین یہ صرف یہ کہتا ہون کہ "وہ خدا کا کلام ہے اور بس"۔ محمد صلعم نے اسلام کے تمام عقاید کی تعلیم کی، لیکن کبھی اسپر ایمان کا مطالبہ نہ کیا کہ قرآن کو مخلوق مانا جائے"، امام کا یہ جواب مامون کو لکھکر بھیجا گیا، اس نے حکم دیا کہ وہ پابزنجیر دربار مین بھیجے جائین، چنانچہ اسی حال مین انکو رقہ روانہ کیا گیا، ابھی رقہ پہنچے بھی نہ تھے کہ مامون نے رومی سرحد پر وفات پائی اور اسکی جگہ معتصم باللہ سریر آرای خلافت ہوا،

اس سوء اعتقاد مین وہ بھی اپنے بھائی کی ضد پر قائم رہا، امام موصوف اس زمانہ مین رقہ مین قید تھے، معتصم جب روم سے واپس پھرا امام کو اپنے دربار مین طلب کیا، اور اپنے ہم عقیدہ علماء سے مناظرہ کرایا، امام نے اپنے دلائل پیش کئے، لیکن معتصم کو جو محض ایک سپاہی آدمی تھا اس سے تشفی نہوئی، امام کے سامنے دو باتین پیش کین، قید خانہ یا اپنی غلطی کا اعتراف، امام نے حق کی زنجیرون کو باطل کی آزادی پر ترجیح دی، اور ۳۰ مہینے مختلف قید خانون مین گذارے، پاؤن زنجیرون سے بوجھل ہوجاتے تو

پاجامہ سے کمر بند نکال کر زنجیرون کو باندھکر کمر سے لٹکا لیتے تھے، نماز اور سونے کے اوقات مین بیڑیان علحدہ کردیجاتی تہین، پھر بدستور ڈال دیجاتی تہین،

لیکن اس قید و زنجیر کے باوجود امام نے اپنا فرض کبھی فراموش نہ کیا، قیدیون کے ساتھ نماز مین امام بنکر کھڑے ہوتے تھے اور انکو نماز پڑہاتے تھے، طلبہ آتے تھے انکو درس دیتے تھے،

معتصم نے اُن پر دو نگہبان مقرر کئے تھے جو روز آکر پوچھتے تھے کہ تمہاری راے مین کچھ تبدیلی ہوئی، ہر روز جواب ملتا تہا کہ "نہین" آخر ایک روز خفا ہوکر نگہبانون نے حکم دیا کہ ایک کے بجاے امام کے پاؤن مین چار بیڑیان ڈالی جائین، امام نے اس تکلیف کو بھی صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا، معتصم نے انکی اس پامردی و استقلال کو دیکھکر فیصلہ کیا کہ قید و حبس کب تک؟ اب یا تسلیم یا تلوار، انکو پابزنجیر قیدخانہ سے اپنے دربار مین طلب کیا، امام موصوف فرماتے ہین کہ مجھے دربار مین لے چلنے کے لئے ایک سواری پر بٹھایا گیا، میرے دونون پاؤن بیڑیون سے اسقدر بوجھل تھے کہ قدم قدم پر مجھے ڈر تہا کہ منھ کے بل اب گرا اور تب گرا، اسی حالت مین خلیفہ کے دربار تک پہنچایا گیا جلاد ننگی تلوارین اور کوڑے لئے ہوئے سامنے کھڑے تھے، امام سے پوچھا گیا کہ اب بھی تم اپنی راے بدلنے پر طیار ہو، فرمایا "کتاب اللہ اور سنت رسول کے سوا مین اور کوئی چیز نہین قبول کرسکتا" جلادون کو حکم ہوا کہ کوڑے مارو، ہر کوڑے پر امام تسبیح و تہلیل فرماتے تھے، ۱۹ کوڑون پر جاکر غش کہاکر گر پڑے، پیٹھ اور شانون سے خون جاری تہا،

معتصم جسکے زور و قوت نے رومیون کے دل ہلا دیئے تھے، استقلال اور جرأت کے اس فرشتہ کو دیکھکر لرز گیا، اور اسی حالت مین انکی آزادی کا پروانہ لکھدیا، (طبقات سبکی)

ذیل مین ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جو ہمارے لئے بہت کچھ سبق آموز ہے، ابن طولون دولت عباسیہ کی طرف سے مصر کا گورنر تہا، خود سری نے اُسکو خود مختاری پر آمادہ کیا، مصر کے

قاضی اس زمانہ مین حضرت بکار بن قتیبہ حنفی تھے، ابن طولون انکی بڑی خاطر کرتا تہا، ہر سال ایک ہزار اشرفیون کی تہیلی انکی نذر کیا کرتا تہا، ۲۷۰ھ مین جب خلیفہ سے اس نے بغاوت کا اعلان کیا، قاضی بکار سے درخواست کی کہ خلیفہ کی معزولی کا وہ فتوی دین، قاضی بکار نے اس حکم کے ماننے سے قطعاً انکار کیا، ابن طولون نے کہا اگر تم ہمارے حکم کو تسلیم نہین کرتے تو ہماری اشرفیون کی تہیلی واپس کردو، دنیا یہ سن کر محو حیرت ہوجائیگی کہ قاضی نے امیر مصر کے ایک خرمہرہ کو ہاتھ نہین لگایا تہا، اور اٹھارہ سال کی اٹھارہ تہیلیان اسی طرح سربمہر حجرہ سے باہر نکلوا دین، اس حیرت افزا واقعہ کے مشاہدہ سے ابن طولون شرم سے پانی پانی ہوگیا، اور اسی وقت حکم دیا کہ قاضی کو قیدخانہ مین ڈالدو، یہ گوارا کیا لیکن حق کے خلاف خلیفہ کی معزولی کے فتوی پر دستخط نہ کیا،

قاضی بکار اسی قید کی حالت مین دو برس تک رہے، مصر کے علما نے آواز بلند کی کہ اگر قاضی موصوف اسی طرح قید مین رہے تو انکے علم کا خزانہ بھی ہمیشہ کیلئے سربمہر رہ جائیگا، ناچار ابن طولون نے قیدخانہ مین ایک کھڑکی کہلوا دی، قاضی موصوف اسی کھڑکی مین بیٹھکر شائقین علم کو درس دیتے تھے اسی نہج پر عمر گذار دی اور محبس کی تنگ و تار کوٹھری مین قول حق پر زندگی کی آخری سانس توڑی،[۵]

(باقی)

---

۵ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۹۱،

قرآن مجید مین بائبل کے حوالے

قرآن مجید نے جا بجا یہ دعوی کیا ہے کہ وہ تمام الہامی کتابون کا مصدّق ہے، اس بناپر وہ متعدد آیتون مین ان احکام ومضامین کو بیان کرتا ہے جو تورات وانجیل مین مذکور ہین لیکن کوتاہ نظر عیسائیون کا یہ اعتراض ہے کہ خداے اسلام بائبل سے قطعاً ناواقف تھا، اس لئے اس نے جہان جہان انکے احکام ومضامین کا ذکر کیا ہے وہ انکے مطابق نہین ہین،

اسکا صاف جواب تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے رُو سے بائبل خود محرّف ہے اس بناپر اگر اسمین یہ احکام ومضامین موجود نہین تو یہ خود اسکا نقص ہے، لیکن ہم اس پہلو سے چشم پوشی کرتے ہوے صرف اسقدر کہتے ہین کہ قرآن مجید کے معجزات مین ایک نہایت عجیب معجزہ یہ ہے کہ اس نے بائبل کی جن آیتون کی طرف اشارہ کیا ہے وہ تحریف کے گوناگون تغیرات کے بعد بھی اسمین موجود ہین، اور یہ وہ صداقت ہے جسکی تردید مین ایک آواز بھی نہین بلند کیجاسکتی،

اس مقصد کے واضح کرنیکے لئے ہم نے قرآن مجید سے اس قسم کی تمام آیتین جمع کی ہین، اور بائبل کی آیتون سے انکی تطبیق دی ہے، چنانچہ وہ آیتین حسب ذیل ہین،

۱- خداوند تعالے قرآن مجید مین فرماتا ہے،

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف و الاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص .... (مائدہ)

اور ہمنے ان پر اس (توراۃ) مین لکھدیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور زخمون کا بدلہ ہے،

تورات تبلاتی ہے،

"اور اگر وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوجاے تو تو جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤن کے بدلے پاؤن، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم، اور چوٹ کے بدلے چوٹ، (خروج ۲۱ ع ۲۳ تا ۲۵)

عبارت مذکورہ مین جن فقرون پر خط کھنچا ہوا ہے وہ قرآن مجید مین نہین ہین، اور غالباً تحریف نے ان فقرون کا اضافہ کیا ہے،

توراۃ مین دوسری جگہ ہے،

"اور وہ جو انسان کو مار ڈالے سو مار ڈالا جائیگا،..... اور اگر کوئی اپنے ہمسایہ کو چوٹ لگاے سو جیسا کریگا ویسا ہی پائیگا، توڑنے کے بدلے توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت جیسا کوئی کسیکا نقصان کرے اس سے ویسا ہی کیا جائے" (احبار ۲۴ . ۱۷ تا ۲۰)

۲- قرآن مجید مین ہے،

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ . (انعام)

اور ان لوگون پر جو یہودی ہوے ہمنے ہر ناخن والا جانور حرام کیا ہے،

تورات مین ہے،

"مگر ان مین سے جو جگالی کرتے ہین یا کھر انکے چرے ہوے ہوتے ہین انکو نہ کھاؤ، جیسے

اونٹ وہ جگالی تو کرتا ہے پر کھرا سکا چرا ہوا نہین ہوتا، سو وہ تمھارے لئے ناپاک ہے"

(احبار ۱۱ - ۴)

"اور سب پرندے جو چار پاؤن پر چلتے ہین وہ تمھارے لئے مکروہ ہین" (احبار ۱۱ - ۲۰)

چونکہ ظُفر کے معنی ناخن کے ہین اور اسکا اطلاق عربی مین انسان، پرند، ہاتھی، اونٹ اور بہائم کے ناخنون اور پنجون پر بھی ہوتا ہے، اسلئے قرآن مجید اور توراۃ مین کوئی تخالف نہین، لسان العرب[۵] مین ہے،

وقوله تعالیٰ وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر دخل فی ذی الظفر ذوات المناسم من الابل والانعام لانها کالاظفار لها	خدا کے قول وعلی الذین ھادوا حرمنا مین جو ذی ظفر کا لفظ آیا ہے اسمین اونٹ اور بہائم بھی داخل ہین، کیونکہ اُنکے کھر گویا ناخن ہوتے ہین،

۳- قرآن مجید مین ہے،

کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم .... (البقرہ ۸)	تم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح کہ تم سے پہلون پر فرض کئے گئے تھے،

تورات مین ہے،

"اور یہ تمھارے لئے قانون دائمی ہوگا کہ ساتوین مہینہ کی دسوین تاریخ تم مین سے ہر ایک خواہ وہ تمھارے دیس کا ہو خواہ پردیسی جسکی بودوباش تم مین ہے اپنی جان کو "دکھ" دے اور کسی طرح کا کام نہ کرے" (احبار ۱۶ - ع ۲۹)

"اور اس ساتوین مہینہ کی دسوین تاریخ مقدس جماعت ہوگی، اور تم اپنی جانون کو دکھ دو اور کچھ کام نہ کرنا" (گنتی ۲۹ - ۷)

[۵] لسان العرب صفحہ ۱۹۰ جلد ۶،

"اور ساتوین مہینہ کی پندرھوین تاریخ تمھاری مقدس جماعت ہوگی، اس دن تم کوئی خدمت کا کام نہ کرو، اور سات دن تک خداوند کے لئے عید کرو" (گنتی ۲۹ - ع ۱۱)

ان آیتون مین جہان جہان "دکھ" کا لفظ آیا ہے، اس سے روزہ مراد ہے، کیونکہ قدیم صحیفون مین روزہ کے لئے یہی لفظ استعمال کیا جاتا، جدید صحیفون مین روزہ کا لفظ صاف طور پر مذکور ہے، چنانچہ سموایل (۷ - ۶) مین ہے،

"سو وہ سب مصفاہ مین فراہم ہوے اور پانی بھر کے خداوند کے آگے انڈیلا اور اُسدن روزہ رکھا"

یرمیاہ (۳۶ - ۶) مین ہے،

"پر تو جا اور خداوند کی وہ باتین جو تونے میرے کہے سے اس طومار مین لکھی ہین خداوند کے گھر مین روزہ کے دن لوگون کے سامنے پڑھ سُنا"۔

انجیل کی صحیفہ متی (۶ - ۱۶) مین ہے،

"پھر جب تم روزہ رکھو ریاکارون کے مانند اپنا چہرہ اُداس نہ بناؤ"

"پر جب تو روزہ رکھے اپنے سر پر چکنا لگا اور منھ دھو" (متی ۶ - ۱۷)

"اور یوحنا اور فریسیون کے شاگرد روزہ رکھتے تھے، انھون نے اس سے کہا کہ یوحنا اور فریسیون کے شاگرد کیون روزہ رکھتے ہین، اور تیرے شاگرد روزہ نہین رکھتے، یسوع نے انہین کہا کہ کیا براتی جب تک کہ دولھا انکے ساتھ ہے روزہ رکھ سکتے ہین، وہ جب تک کہ دولھا انکے ساتھ ہے روزہ نہین رکھ سکتے، لیکن وہ دن آئین گے جب دولھا اُن سے جدا کیا جائیگا، تب انہین دنون مین وہ روزہ رکھین گے" (مرقس ۲ - ۱۸ و ۱۹ و ۲۰، لوقا ۵ - ۳۳ تا ۳۵)

"مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہین نکالے جاتے" (متی ۱۷ - ۲۱)

۴ - قرآن مجید مین ہے،

الَّذِينَ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ ...... (آل عمران)	(وہ پیغمبر) جسکو یہ لوگ اپنے ہان توراۃ و انجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین،

توراۃ مین ہے،

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا، فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیون کے ساتھ آیا اور اُسکے دہنے ہاتھ مین ایک آتشین شریعت انکے لئے تھی،" (استثناب ۳۳ - ۲)

"خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا، اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور اسکی حمد سے زمین معمور ہوئی" (حبقوق ب ۳ - ۳)

"میرا دوست نورانی گندم گون ہزارون مین سردار ہے،.... اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے" (غزل الغزلات ب ۵ - ۱۰ تا ۱۶)

ان آیتون مین آنحضرت صلعم کی نہ صرف کھلی ہوئی مدح بلکہ نام تک نکلتا تھا لیکن افسوس کہ بعد مین بائبل کے جو ترجمے ہوے ان مین ان الفاظ کو علم باقی رکھنے کے بجاے انکا ترجمہ کردیا گیا،

"سب قومون کو ہلادونگا اور حمدِ سب قومون کا آیگا" (حجی ب ۲ - ۷)

مین انکے لئے اُنکے بھائیون مین سے تجھسا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے منھ مین ڈالونگا، اور جو کچھ مین اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا، اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتون کو جنہین وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سُنے گا، تو مین اسکا حساب اس سے لونگا، لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا مین نے اسے حکم نہین دیا یا اور جو اَور معبودون کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے" (استثنار ب ۱۸ - ۱۵ و ۱۸)

اس پیشینگوئی مین جن فقرون پر خط کھنچا ہوا ہے وہ بعینہ کلام مجید مین موجود ہین مثلاً:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا	ہمنے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہو جو تم پر گواہی دینےوالا ہے جیساکہ ہمنے فرعون کی طرف بھیجا تھا،
وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ،	اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہین بولتا، وہ جو بولتا ہے صرف وحی ہوتی ہے،
وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ،	اور اگر وہ اپنے جی سے بعض باتین بناے تو ہم اسکا ہاتھ پکڑکے اسکی شہ رگ کاٹ دین،

انجیل مین ہے،

"یہ امور مین نے تم سے کہے جبکہ تمہارے ساتھ ہون، لیکن پیریکلیطاس پاک روح جسکو باپ بھیجیگا میرے نام سے ہر بات تمکو سکھادیگا، اور یاد دلادیگا تمکو تمام وہ باتین جو کہ مین نے تم سے کہی ہین" (یوحنا ب ۱۴ - ۲۵ و ۲۶)

"تاہم مین تم سے سچ کہتا ہون یہ بھلا ہے تمہارے لئے کہ یہان سے مین چلاجاؤن کیونکہ اگر مین نہ جاؤن تو پیریکلیطاس تمہارے پاس نہ آویگا" (یوحنا ب ۱۶ - ۷)

انجیل کے نئے ترجمون مین پیریکلیطاس کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے، اور یہ بالکل صحیح ہے، لیکن بحث اسمین ہے کہ خود حضرت عیسیٰ نے یہ لفظ بولا تھا یا نہین، لیکن چونکہ یہ یونانی لفظ ہے اور حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی تھی، اسلئے یہ بالکل ناممکن ہو کہ انھون نے یہ لفظ استعمال کیا ہو، اسی بنا پر قدیم ترجمون مین یہ لفظ پیریکلیوطاس ہے جو ٹھیک عبرانی لفظ فارقلیط کا ترجمہ ہے، فارقلیط کے صحیح معنی عربی مین "احمد" کے ہین، جسکا تذکرہ قرآن مجید نے اس آیت مین کیا ہے،

واذ قال عیسی بن مریم یابنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (صفت)

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں، تصدیق کرتا ہوں توراۃ کی جو میرے سامنے ہے اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا، اسکا نام احمد ہے،

آنحضرت صلعم کے متعلق بائبل میں اور بھی بہت سی پیشینگوئیاں ہیں جنمیں سے بعض خود صحابہ نے نکالی ہتین[1]، بعض ابن تیمیہ نے الجواب الصحیح میں لکھی ہیں، باجی زادہ نے الفارق بین المخلوق و الخالق میں، مولانا محمد حسن صاحب امروہی نے تفسیر معالمات الاسرار میں، سر سید احمد خان نے خطبات احمدیہ میں، اور مولانا عنایت رسول صاحب چریاکوٹی نے البشریٰ میں انکو مستقل طور پر جمع کردیا ہے، لیکن چونکہ ان میں صریح طور پر آپکا ذکر نہین ہے، اس بنا پر ہم انکو نقل کرنا نہین چاہتے،

قرآن مجید مین ہے،

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ الخ .... (فتح)

اور انکی مثل انجیل مین مثل اس کہیتی کے ہے جس نے اپنا ڈنہل نکالا، پھر اسکو مضبوط کیا، پھر وہ موٹا ہوا پھر اپنے پیرون پر کھڑا ہوکر فلاحون کو متعجب کرنے لگا،

انجیل مین ہے،

"آسمان کی بادشاہت خردل کے دانہ کے مانند ہے، جسے ایک شخص نے لیکے اپنے کہیت مین بویا وہ سب بیجون مین چھوٹا ہے، پر جب اگتا تو سب ترکاریون سے بڑا ہوتا، اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیان آکے اسکی ڈالیون پر بسیرا کرتین" (متی ۱۳ - ۳۱)

[1] اسد الغابہ صفحہ ۱۶۹ جلد ۳ -

"خدا کی بادشاہت ایسی ہے جیسا ایک شخص جو زمین مین بیج بوئے، اور رات دن وہ سوئے اٹھے، اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑہے کہ وہ نہ جانے" (مرقس ۴ - ۲۶)

"اور کچھ اچھی زمین مین گرا وہ اُگا اور بڑہ کے پہلا، بعض ۳۰ گنا، بعض ۶۰، اور بعض ۱۰۰ گنا،" (مرقس ۴ - ۳)

۶ - قرآن مجید مین ہے،

کل الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل الا ما حرّم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ ..... (آل عمران)

تمام کہانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے مگر وہ جنکو اسرائیل نے توراۃ نازل ہونے سے قبل اپنے اوپر خود حرام کرلیا تہا،

توراۃ مین ہے،

"تم بنواسرائیل سے کہو سب چارپایون مین سے جو زمین پر ہین اور جنہین اُنکا کہانا روا ہے یہ ہین" (احبار ۱۱ - ۲)

اسکے بعد اِن جانورون اور اُن جانورون کی جو حرام کئے گئے ہین تفصیل ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ نازل ہونے سے پہلے وہ جانور حلال تھے، ورنہ اب انکے حرام ہونے کے کیا معنی ہوسکتے ہین ؟ حضرت اسرائیلؑ (حضرت یعقوبؑ) نے اپنے اوپر جس چیز کو حرام کیا تہا، وہ بالکل مشتبہ ہے، اور ہم نے انکے حالات غور سے پڑھنے کے بعد بھی سخت ناکامی اٹھائی ہے، تاہم ایک آیت مین یہ اشارہ موجود ہے جو ہماری اشک شوئی کے لئے کافی ہے،

"اس سبب سے بنی اسرائیل اس نس کو جو ران مین بھیتر وار ہے نہین کہاتے، کیونکہ اس (خدا) نے یعقوب کی ران کی نس کو جو بھیتر وار سے چڑہ گئی تھی چھوا تہا" (پیدائش ۳۲ - ۳۲)

۷ - قرآن مجید مین ہے،

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون (انبیاء)

اور البتہ ہمنے زبور مین ذکر کے بعد لکھدیا ہی کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے،

زبور مین ہے،

"وہ کونسا انسان ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے وہ اسکو وہی راہ جو پسند ہے بتائیگا، اسکا جی چین سے رہیگا اور اسکی نسل زمین کی وارث ہوگی" (۲۵ زبور ۱۲)

چونکہ قرآن مجید نے ہمکو بتایا ہے کہ زبور مین وہ عبارت "ذکر" کے بعد ہے، اسلئے ہمکو ذکر کا بیان تلاش کرنا چاہیئے، لیکن سب سے پہلے خود ذکر کے معنی سمجھ لینا نہایت ضروری ہین، مفسرین نے ذکر کے معنی مین سخت اختلاف کیا ہے، سعید بن جبیرؓ وغیرہ کے نزدیک لوح محفوظ، اور قتادہ اور شعبی کے نزدیک تورات مراد ہے، بعضون نے کچھ اور سمجھا ہے، اور امام رازی نے لکھا ہی کہ ذکر کے معنی علم ہین، لیکن ظاہر ہے کہ انمین سے کوئی تاویل مناسب نہین،

ہمارے نزدیک ذکر سے مراد "وعظ و پند" ہے، اور قرآن مجید عموماً اس لفظ سے یہی مراد لیتا ہے، اب یہ معنی ہوئے کہ "ہمنے پند و موعظت کے بعد یہ لکھا ہے" اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ صحیح دوسری تفسیر نہین ہوسکتی، چنانچہ یہ زبور سرتاپا پند و موعظت ہے، جسکا پہلا فقرہ اس طرح شروع ہوتا ہے،

"بدکاروں کے سبب تو مت کڑھ، برے کام کرنے والون سے تو حسد نہ کر"

بہرحال زبور کی وہ آیتین جو ذکر کے بعد ہین، یہ ہین،

"لیکن وہ جو خداوند کے منتظر ہین، زمین کو میراث مین لین گے" (۳۷ زبور ۹) "لیکن وہ جو حلیم ہین زمین کے وارث ہونگے" (" ۱۱) کہ جن پر اسکی برکت ہے، زمین کے وارث ہونگے" (" ۲۲) "صادق زمین کے وارث ہونگے اور ابد تک اسپر بسین گے" (" ۲۹)

سعید انصاری

فلسفۂ لیبان

(۴)

از مولانا عبد السلام ندوی

پیروان مذہب

مذہب نے ہمیشہ اپنے ابتدائی زمانہ مین اس حقیر گروہ کے ذریعہ سے نشو و نما حاصل کی ہے جسکی نسبت ایک طرف تو دنیوی جاہ و غرور طنز آمیز لہجہ مین کہتا تھا،

انؤمن لک واتبعک الارذلون، کفار نے (نوح سے) کہا کیا ہم تجھپر ایمان لائین حالانکہ رذیلون نے تمہاری پیروی کی ہے،

دوسری طرف الہامی زبان بشارت دیتی تھی،

والسبقون السبقون اولئک المقربون، جو لوگ پہلے ایمان لائے وہ مقدم اور مقرب بارگاہ الہی ہین،

اگر مذہبی حیثیت سے قطع نظر کیجائے تو دونون آیتین مساویانہ حیثیت رکھتی ہین، اگر مذہبی گروہ کے نزدیک زخارف دنیوی ایک "دہوکا دینے والے سراب ہین" تو جو لوگ دولت و ثروت کے نشہ مین چور ہین، انکے نزدیک جنت کا خیال ایک "امید موہوم" اور ایک دلخوش کن خواب ہے، خود مذہب ان مین کسیکو ترجیح نہین دیسکتا کہ وہی مورد بحث و نظر ہے، البتہ دنیا کی تمدنی تاریخ اس نزاع کا فیصلہ کرسکتی ہے، لیبان نے اس "حقیر گروہ" پر اسی حیثیت سے نظر ڈالی ہے اور اُسکو دنیا و آخرت دونون کا بادشاہ تسلیم کیا ہے، اخروی بادشاہت کا تاج تو انجیل مقدس نے پہلے ہی اس گروہ کے سر پر رکھدیا تھا، لیکن لیبان اس تاج مین ایک در موتی کا اضافہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ،

"ضعیف العقل لوگون کے لئے صرف آسمانی ہی بادشاہت کا دروازہ کُھلا ہوا نہین ہے جیساکہ انجیل نے بار بار بشارت دی ہے، بلکہ اگر وہ لوگ زلزلہ انگیز یقین رکھتے ہین تو دنیوی سلطنت کا تاج بھی اُنکے سر پر نظر آسکتا ہے"،

لیبان نے جن فلسفیانہ دلائل اور تاریخی شواہد کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے، اسکی تفصیل یہ ہے کہ مذہب ایک عظیم الشان تمدنی اصول ہے، چنانچہ،

"قرون وسطیٰ کی زندگی صرف دو اصول پر قائم تھی، یعنی مذہب اور امراء کی سیادت"

اس لئے، اُس کو تمدنی زندگی کے تمام مراحل طے کرنے پڑے ہین، اور آخر مین وہ اس نقطہ تک پہنچگیا ہے جسکے آگے ترقی کی کوئی منزل نہین، ان اصول کی

"ترتیب اس طرح شروع ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے ان بلند خیال لوگون کے دماغ سے جنھون نے اسکو پیدا کیا ہے اُتر کر اُسکے نیچے کے طبقے مین نمایان ہوتے ہین، پھر قالب بدلتا ہوا اُس سے کم درجہ کے لوگون پر اثر کرتے ہین، یہانتک کہ رفتہ رفتہ تمام قوم پر چھا جاتے ہین، اب اُنکی کامیابی کا دور ختم ہوجاتا ہے، اور اس حالت مین اُسکو نہایت مختصر الفاظ مین بیان کیا جاسکتا ہے، یہانتک کہ بعض اوقات صرف ایک لفظ مین اُسکی تشریح کیجا سکتی ہے لیکن یہ لفظ اسقدر موثر ہوتا ہے کہ دفعۃً دلون کو ہلا دیتا ہے، قرون وسطیٰ مین اس قسم کے الفاظ کی مثال کے لئے "جنت" اور "دوزخ" سے بہتر لفظ نہین مل سکتا،

ترتیب مدارج کے لحاظ سے اگرچہ یہ ایک تنزل ہے، لیکن تمدنی حیثیت سے درحقیقت یہ ایک عظیم الشان ترقی ہے، کیونکہ یہ اصول،

"جب ان سادہ لوح لوگون کے قلوب مین مرتکز ہوجاتے ہین جو بغیر بحث و مباحثہ کے انکو قبول کرلیتے ہین تو پہاڑ کی طرح اٹل ہوجاتے ہین، اور سیلاب کی طرح پھوٹ بہتے ہین،

چنانچہ ہر قوم مین اس قسم کے لاکھون آدمی مل سکتے ہین، جنھون نے اپنے اصول راسخہ کیلئے اپنی جانین بیدریغ قربان کی ہین، یہی وہ عالم ہے جسمین وہ عظیم الشان واقعات ظہور پذیر ہوتے ہین جو تاریخ مین انقلاب عظیم پیدا کردیتے ہین، لیکن اس انقلاب کی سرخیل صرف عوام ہی کی جماعت ہوتی ہے، دنیا مین آج تک انشا پرداز، صناع، اور فلاسفہ کا گروہ نہ کسی عالمگیر مذہب کا علمبردار ہوا نہ ان سلطنتون کی بنیاد ڈالی جو کرۂ ارضی کے اس سرے سے اُس سرے تک پھیل گیئن، نہ اس نے وہ مذہبی اور سیاسی شورشین برپا کین، جنھون نے یورپ کی کایا پلٹ دی بلکہ ان انقلابات کے بانی صرف وہ اَن پڑھ لوگ ہوئے جنھون نے اصول کے اذعان واعتقاد اور انکی حمایت کے مقابل مین اپنی جانون کو ایک متاع حقیر خیال کیا، اسی گروہ کے بل پر بادیہ نشینان عرب نے یونان اور روم کے پرخچے اُڑا دیئے اور دنیا مین ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کرلی جو تاریخ مین یادگار رہے"

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ہر موقع پر زخارف دنیوی کو "فتنہ" کا خطاب دیا ہے،

انما اموالکم واولادکم فتنہ، — تمھارے مال اور اولاد فتنہ ہین،

کیونکہ مذہب کا سکہ صرف دلون کی ٹکسال مین ڈھلتا ہے، اور جنکی جیب درم و دینار سے پُر ہوتی ہے، انکا پہلو دل سے خالی ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جناب رسالت پناہؐ نے جب اس حقیر گروہ کے ایک فرد سے بے اعتنائی فرمائی تو خدا کی چشم عتاب کی گردش نے اشارون مین کہا

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی، — اس نے منھ بنالیا اور پیٹھ پھیرلی اس بنا پر کہ اسکے پاس ایک اندھا آیا، تمکو کیا معلوم ہو شاید وہ پاکیزہ باطن ہوجائے،

کیونکہ یہ بے اعتنائی اس "سلسلۂ زرین" کی ایک کڑی کو نظرانداز کردیتی ہے جو مذہب کی ریڑھ کی ہڈی ہے،

تمدن جدید اور مذہب | لیبان کا خیال ہے کہ

"کسی عقیدہ کی قوت ونفوذ کو صرف وہی عقیدہ ضعیف کرسکتا ہے جو قوت اور نفوذ مین اُسکے برابر ہوگا"

اس بنا پر اسکے نزدیک

"ایمان کا دشمن صرف ایمان ہی ہو سکتا ہے"

اسقدر مسلم ہے کہ اس زمانہ مین بہت سے دشمنان ایمان پیدا ہوگئے ہین اور مذہب کی طاقت بالکل زائل ہوگئی ہے، خود لیبان کو یہ رونا ہے کہ

"اب خدا، نظام حکومت، اور مذاہب سب کے سب گوشہ نشین ہوگئے ہین اس زمانہ کے تمدن نے تقریباً ان تمام اصول کو فنا کردیا ہے جن سے عادت اور عقیدہ کو مدد ملتی تھی، اسلئے اُنکا اثر زائل ہوگیا ہے"

کوئی تمدن بغیر اصول کے قائم نہین رہ سکتا، اسلئے سوال یہ ہے کہ موجودہ دور مین کونسا اصول ہے جو مذہب کا قائم مقام ہوسکتا ہے، لیبان کے نزدیک،

"قدیم اصول جو تمدن کا ماخذ تھے اپنے نفوذ وقوت کو کھو چکے ہین اور جدید اصول کو ابتک ثبات واستحکام حاصل نہین ہوا ہے"

اسلئے موجودہ دنیا جن ستونون پر قائم ہے وہ خود متزلزل ہین اور اسلئے،

"جب تک ان اصول کی جگہ جدید اصول نہ قائم ہوجائین خیالات مین طوائف الملوکی قائم رہیگی"

موجودہ تمدنی اصول مین صرف ایک اصول سب سے زیادہ مستحکم اور راسخ ہوگیا ہے یہانتک کہ وہ اپنی کامیابی کے اس دور کو پہنچ گیا ہے، جسمین اصول کی تشریح صرف ایک لفظ مین کیجاسکتی ہے

"قرون وسطی مین اس قسم کے الفاظ کی مثال کے لئے "جنت اور دوزخ" سے بہتر لفظ نہین مل سکتا، اور مزدوری پیشہ جماعت کے لئے اس زمانہ مین "اشتراکیت" کا لفظ بھی اسی قسم کا عجیب وغریب اثر رکھتا ہے"

موجودہ تمدن نے جو مختلف فرقے پیدا کر دیئے ہین، ان مین قوت ایمان کے لحاظ سے صرف سوشیالسٹ ہی لوگ قدیم مذہبی گروہ کے حریف مقابل ہو سکتے ہین، اس لئے اس اصول کی بنا پر کہ

"فتح ہمیشہ ایمانداروں ہی کو ہوتی ہے"

اگر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ

"مستقبل صرف اُنکے ہاتھ مین رہیگا تو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ اس زمانہ مین سوشیالسٹ فرقہ کے سوا کسی گروہ کا عقیدہ پختہ اور صحیح نہین ہے،

اس گروہ کی راہ مین صرف مدبران سیاست کا گروہ حائل ہے، لیکن،

"وہ اپنی قوت یقین کو اس بیدردی کے ساتھ ضائع کرچکا ہے کہ ان برابرہ کے سیلاب کو بھی نہین روک سکتا جو ہر طرف سے اُمنڈ اُمنڈ کے اُسکا محاصرہ کرلینا چاہتا ہے"

اسلئے اس گروہ کی شکست، اور سوشیالسٹ فرقہ کی فتح یقینی ہے، لیکن کیا ایسا راسخ عقیدہ، ایسا مستحکم مذہب، ایسا قوی گروہ دنیا کے لئے انھی برکات کا خزانہ کھول سکتا ہے، جسکو مذہب نے قرون وسطی مین وقف عام کردیا تھا؟ لیبان کے نزدیک مذہب ایک مرقع امید ہے کیونکہ،

"مذہب، خوف سے نہین بلکہ اُمید سے پیدا ہوتا ہے"

اور اشتراکیت اور فوضویت ہمہ تن یاس وحرمان ہین اسلئے

جن لوگون نے ایمان کی قوت کو کھو دیا ہے اور یاس وحرمان نے اُنکے قلوب کا

احاطہ کرلیا ہے وہ انہین دونون الفاظ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہین"،

پھر ایسی حالت مین کیا،

"ایک یورپ ہین جو ایک دائمی اضطراب مین مبتلا رہتا ہے اور جسکے اعصاب دماغی متزلزل ہوگئے ہین، جو اپنی تقدیر پر قانع نہین ہے، اس مشرقی آدمی کا مقابلہ کرسکتا ہے جو راضی برضائے الٰہی ہے؟

مذہب نے ہمیشہ دنیا کی ہر طاقت کو زندہ رکھا تھا، لیکن اشتراکیت موجودہ دور کی سب سے بڑی طاقت کو فنا کرنا چاہتی ہے، اس زمانہ کی متمدن قومون نے

"بر اعظم یورپ مین سلح پاسبانون کی ایک قطار کھڑی کردی ہے"

اور یہی انکی سب سے بڑی طاقت ہے لیکن لیبان پوچھتا ہے

"کہ اسکا نتیجہ افلاس کے سوا اور کیا ہوگا؟ اور اگر بالفرض اس فوج گران نے اپنی دولت، اتحاد، اور قوت کا کچھ حصہ محفوظ بھی رکھا تو اشتراکیت جو شخصی حکومتون کو مٹا کر انکی جگہ ایک عام قومی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے اسکو ایک نہ ایک دن ضرور فنا کردیگی"

اور اسکا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ

اقتصادی لڑائیون کے بعد اشتراکیت وحشی قومون کے لئے راستہ صاف کردیگی اور وہ لوٹ لوٹ کر یورپین قومون پر گرینگی اور انکے تمدن کو نگل جائینگی"،

پس موجودہ زمانہ مین کوئی تمدنی اصول صحیح طور پر مذہب کا قائم مقام نہین ہے اور اگر دنیا نے اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھا ہے تو اب اسکو اور بھی زیادہ یاد رکھنا چاہیئے کہ

"مرنے والے معبودون سے زیادہ کوئی چیز زیادہ برباد کرنے والی نہین ہے"،

موجودہ دور مین مذہبی جذبات بالکل پژمردہ ہوگئے ہین، اور اب تک جدید اصول کا خمیر تیار

نہین ہوا ہے، اسلئے تمدنی ترقی کا سنگ بنیاد بالکل متزلزل ہے، اور خیالات مین ایک عام طوائف الملوکی پائی جاتی ہے،

البتہ اس طوائف الملوکی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ بحث و مناظرہ کی محفل ہوسکتی ہے اس بنا پر ہر انشاپرداز، ہر فلسفی، اور ہر غور و فکر کرنے والے دماغ کو شکرگذاری کے ساتھ اس دور سے سرعت کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہیئے، اس دور کو اگرچہ انحطاط و تنزل کا دور خیال کیا جاتا ہے تاہم اسمین عقل کو کامل آزادی سے فائدہ اٹھانیکا موقع حاصل ہے، اسلئے ہر شخص کو اس آزادی سے جلد فائدہ اٹھا لینا چاہیئے، کیونکہ

"یورپین قومین ایسے دور کی طرف قدم بڑھا رہی ہین جو بحث و مباحثہ اور حریت آزادی کا تحمل نہین ہوسکتا، جسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی جدید مذہب اسوقت تک استحکام حاصل نہین کرسکتا جب تک اسمین نقد و بحث کا سد باب نہوجائے، اور قدیم مذاہب کی طرح وہ معارضہ کا تحمل نہو سکے"،

لیکن درحقیقت یہ بحث،

"نہایت خطرناک ہے، کیونکہ قومی زندگی پر سب سے زیادہ اساسی اصول کی تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہے، شورش اور جنگ بہت زیادہ موثر چیز نہین، انکی پیدا کی ہوئی خرابیون کی اصلاح ہوسکتی ہے، لیکن ان اصول کے بدلنے سے تمام تمدنی شاخون مین تغیر پیدا ہوجاتا ہے اسلئے بعض شورش سے تمام قومون کی زندگی معرض خطر مین پڑجائیگی، وہ صرف وہ شورش ہے جو خیالات و افکار مین پیدا ہوگی"۔

اسوقت دنیا اسی قسم کی تجربہ گاہ بنی ہوئی ہے، اسلئے ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ تمدن نے مذہب سے آزاد ہوکر دنیا کو ایک عظیم الشان خطرہ مین مبتلا کردیا ہے،

باب التربیۃ والتعلیم

تاتاری مسلمان

اور

تعلیم عربی

از مولانا عبد السلام ندوی

آجکل ہندوستان مین اصلاح نصاب و اصلاح مدارس عربیہ کی جو تحریک جاری ہی صرف علماے ندوہ ہی اس بدعت کے موجد نہین بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کے علما نے بھی عملاً اس تحریک کی تائید کی ہے، اور جن اسباب نے علماے ندوہ کو اسپر آمادہ کیا ہی انھین نے دوسرے ممالک کے علما کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے،

اسوقت ہمارے سامنے تاتاری مسلمان ہین جو ہندوستان کے مسلمانون سے کہین زیادہ جامد، متعصب، اور تقلید پرست ہین، لیکن زمانہ نے انکو بھی اسی سانچے مین ڈھال لیا ہے، جسمین ہم ڈھلنا چاہتے ہین،

تاتاری مسلمانون مین تعلیم عربی کا نظام نہایت فیاضی اور نہایت وسعت کے ساتھ قائم ہے، اور وہ اسمین حکومت کی سرپرستی واعانت کے محتاج نہین ہین، بلکہ جب کبھی حکومت نے انکے نظام تعلیم مین مداخلت کرنا چاہا ہے تو انھون نے نہایت سختی کے ساتھ انکار کیا ہے، انھون نے اپنے بچون اور اپنے نوجوانون کے لئے جو مکاتب و مدارس قائم کئے ہین،

کیتھرائن کے زمانہ سے پہلے غالباً ان مکاتب و مدارس کی تعداد کم تھی، لیکن جب اُس نے تعمیر مساجد و قیام مدارس کی عام آزادی دی تو اسمین تدریجی ترقی ہوئی، اور رفتہ رفتہ ہر گاؤن،

ہر محلہ، اور ہر مسجد کے پہلو مین مکاتب و مدارس قائم ہو گئے، چنانچہ چھوٹے چھوٹے گاؤن جہان روسی قوانین کے رُو سے مسجد تعمیر نہین کیجا سکتی تھی، وہان اگرچہ مکاتب قائم نہ ہو سکے تاہم خود وہان کے امام کے متعلق یہ خدمت کیگئی کہ وہ وہان کے بچون کو خود انکے گھرون پہ جاکر تعلیم دے، عیسائی پادریون نے جب نظام تعلیم مین تغیرات کرکے عیسائیت کو پھیلانا چاہا تو بعض صوبون کے مکاتب کی ایک فہرست مرتب کی جو حسب ذیل ہے،

قازان	۷۳۰	اوفا	۱۰۰۰

ان مکاتب مین جو طلبا تعلیم پاتے تھے انکی تعداد ۴۰۰۰۰ تھی، اگر ان صوبون کی مردم شماری کے لحاظ سے ان مکاتب کی تقسیم اشخاص پر کیجائے تو صوبہ قازان مین ۷۸۰ آدمیون کے حصہ مین ایک مکتب پڑتا ہے اور ان مین ۴۴ آدمی تعلیم پاتے ہین، اسی طرح صوبہ اوفا مین ۷۸۴ آدمیون کے مقابل مین ایک مکتب پڑتا ہے، اور ۲۰ آدمی تعلیم حاصل کرتے ہین، یہ مکاتب ارثاً لعد ارثٍ علما مین منتقل ہوتے رہتے ہین اور ان مین صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیم دی جاتی ہے،

ان مکاتب کے علاوہ بڑے بڑے مدارس ہین جنمین ۱۶ برس کے سن کے لڑکے داخل کئے جاتے ہین، اور انکو بھی مسلمانون نے خالص اپنے مصارف سے قائم کیا ہے، سلطنت کی طرف سے جب انتہائی مداخلت ہوئی تو اس ضد سے روسی مسلمانون مین مساجد کی تعمیر اور مکاتب و مدارس کے قیام کا اور بھی شوق پیدا ہوا، اور دولتمند لوگون مین اسکے متعلق باہم مسابقت پیدا ہوئی، اور ان لوگون نے اپنے ذاتی روپیہ سے بکثرت مدارس و مکاتب قائم کئے اور انکے تمام ضروری مصارف کا بار اپنے سر لیا، پہلے معلمین کی تنخواہین صدقہ کے مال سے دیجاتی تھین، اب ان امرا نے انکی تنخواہین خود دینا شروع کین جو مدارس

شہرون مین قائم تھے، انکا انتظام بھی انہین امراء کے ہاتھ مین تھا، البتہ گاؤن کے مدارس و مکاتب کا انتظام خود طلبہ کرتے تھے، لیکن ان مدارس مین طلباء کے قیام کا کوئی انتظام نہ تھا چھوٹے بچون مین بعض لڑکے خود مکتب ہی مین قیام کرتے تھے، اور بعض اپنے گھرون پر رہتے تھے لیکن بڑے طلباء عموماً مکاتب و مدارس ہی مین قیام کرتے تھے، سال مین سات مہینے تعلیم دیجاتی تھی جو اکتوبر سے شروع ہوکر اپریل مین ختم ہوجاتی تھی،

ان بچون کو امام یا مدرس تعلیم دیتا تھا، اور جن مدارس مین اوپر کے درجے کے طلبا ہوتے تھے ان مین چھوٹے بچے ان پر تقسیم کردیئے جاتے تھے اور وہی انکو تعلیم دیتے تھے،

بچون کا نصاب اور طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ دو سال تک صرف اسقدر تعلیم دیجاتی تھی کہ طلباء مین حروف شناسی اور الفاظ کے صحیح تلفظ کی قابلیت پیدا ہوجائے، اسکے بعد قرآن مجید، اور قرآن مجید کے بعد بعض ترکی رسالے پڑہائے جاتے تھے جو خرافات کا مجموعہ ہوتے تھے، پھر اسکے بعد بعض فارسی اور عربی رسالے مثلاً شروط الصلاۃ، چہل حدیث، لباب، ایک حکایت، تعلیم الصلاۃ، اور تحفۃ الملوک کی تعلیم دیجاتی تھی، اسکے بعد صرف و نحو شروع کرائی جاتی تھی، اور اسمین دو کتابین یعنی بدان، اور شرح عبد اللہ فارسی پڑہائی جاتی تھی، اور اسمین تقریباً دو برس کی مدت صرف ہوتی تھی،

اسکے بعد نحو مین عوامل جرجانی، انموذج زمخشری، کافیہ، شرح جامی مع حاشیہ عبد الغفور و عصام و لبیب پڑہائی جاتی تھی، اور اُسپر نحو کی تعلیم کا خاتمہ ہوجاتا تھا، اب منطق کی باری آتی تھی اور اس فن مین شرح ایساغوجی مع حواشی ملا لقمان، ملا صادق، محی الدین بردعی، اور حاشیہ سیالکوٹی، قطبی مع حاشیہ میر سیالکوٹی اور مفتی زادہ پڑہائی جاتی ہتین، اسکے بعد علم کلام شروع کرایا جاتا تھا، اور اُسمین شرح عقاید نسفی، مع حاشیہ خیالی، سیالکوٹی، اور ملا احمد وغیرہ کی تعلیم دیجاتی تھی،

اسکے بعد پھر منطق کا سلسلہ شروع ہوتا تھا، اور اسمین سلم، قاضی مبارک، حمد اللہ، ملا حسن، ملا جلال، میر زاہد پڑہائی جاتی ہتین،

فلسفہ مین صرف الہیات شرح حکمۃ العین، اور اصول فقہ مین توضیح و تلویح، اور علم کلام مین شرح مواقف کی تعلیم دیجاتی تھی، بعض مدارس مین عقاید نسفی کے بعد شرعۃ الاسلام، طریقہ محمدیہ، اور عین العلم کی تعلیم بھی ہوتی تھی اور انکو فن حدیث کی کتاب خیال کیا جاتا تھا، بعض مدارس مین مختصر الوقایہ اور ہدایہ بھی داخل درس ہتین، تفسیر و حدیث کی کوئی کتاب داخل درس نہ تھی، بعض اساتذہ مشکوۃ اور بیضاوی البتہ پڑہاتے تھے،

یہ نصاب تعلیم بالکل مدارس بخارا کے طرز پر قائم کیا گیا تھا، اور اس نصاب کے ختم کرلینے کے بعد ہر شخص عالم جید کے لقب کا مستحق ہوجاتا تھا، اور سب سے بڑا عالم وہی خیال کیا جاتا تھا جو ان کتابون کو پڑھ کر دوسرے کو پڑہا دے،

ان فارغ التحصیل طلباء کے نزدیک بخارا ہی سب سے بڑا علم کا مرکز تھا، اسلئے تعلیم سے فارغ ہوکر کم از کم ہر مستعد طالب العلم سمرقند اور بخارا کا سفر لازمی طور پر کرتا تھا، اور وہان کم از کم دو تین برس قیام کرتا تھا، بخارا کا یہ علمی سفر اگرچہ نتائج کے لحاظ سے کچھ مفید نہ تھا، تاہم جس شوق سے طلباء اس سفر کا احرام باندھتے تھے، اس سے علمائے سلف کے قدیم علمی شوق کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، بہت سے طلبا، سر پہ اپنی کتابین، اور پیٹھ پر اپنا اسباب لاد کر نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ بخارا کو روانہ ہوجاتے تھے، بخارا مین چونکہ مکانات کرایہ پر ملتے تھے، اور ان طلباء کا افلاس اسکو برداشت نہین کرسکتا تھا، اِسلئے بہت سے طلباء فتح آباد مین جہان طلبائے قازان کو مکانات مفت ملتے تھے اور جو بخارا سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے قیام کرتے تھے، اور وہان سے بخارا مین آکر درس حاصل کرتے تھے، اس طرح انکو

آنے جانے مین روزانہ دو تین میل پا پیادہ چلنا پڑتا تہا، جو طلبا ان تکالیف کی وجہ سے مبتلاے مرض ہوکر انتقال کر جاتے تھے، وہ اس خیال سے کہ انھون نے شوق علم مین جان دی ہے اپنے آپکو شہید خیال کرتے تھے،

حکومت نے بعض پولیٹیکل مصالح سے طلبار کو بخارا کے سفر سے روکنا چاہا لیکن یہ روک ٹوک بھی انکے علمی شوق مین خلل انداز نہوئی، اور اب انھون نے تجارت کے بہانے سے بخارا کا سفر شروع کیا،

جو طلبار بخارا مین اپنی تعلیم کی تکمیل کر چکتے تھے، ان مین بعض کو امراے بخارا وظیفہ دیکر خود درس و تدریس کے لئے روک لیتے تھے، اور بعض اپنے وطن مین آکر اپنی قوم کے طلبار کو تعلیم دیتے تھے، لیکن جب بخارا و سمرقند روس کے زیر اقتدار آگئے تو روسی مسلمانون کے دل سے انکی علمی وقعت جاتی رہی، اور انھون نے دوسرے ممالک کا رخ کیا، خوش قسمتی سے ریل اور جہاز نے راستہ کی مشکلات کو کم کر دیا تہا اسلئے قسطنطنیہ، مصر، اور حرمین کا سفر انکے لئے آسان ہوگیا، اور وہان کے طریقۂ تعلیم و نصاب درس کو پڑھکر انہین معلوم ہوا کہ بخارا کو جو کچھ علمی فضیلت حاصل ہی وہ زمانہ گذشتہ کے لحاظ سے ہے، موجودہ حالت مین اسکا علمی پایہ کچھ بلند نہین ہے، اسلئے اکثر طلبا نے بخارا کے سفر کو ترک کر دیا، اور یہ گویا انکی تمامتر اصلاحات کا سنگ بنیاد تہا،

اب مختلف ممالک کے سفر اور مختلف ممالک کے مسلمانون کے میل جول سے انکو معلوم ہوا کہ انھون نے جو طریقۂ تعلیم اختیار کیا تہا، اسکے ذریعہ سے نہ سلف کی طرح، حدیث، تفسیر، فقہ، اخلاق، اور معانی و بیان مین مہارت پیدا ہوتی، نہ ترقی یافتہ قومون کی طرح علوم جدیدہ مین کمال حاصل ہوتا، اسلئے جبکہ تمام قومین آگے بڑھ رہی ہین، تاتاری اپنا قدم پیچھے ہٹا رہی ہین،

اسی زمانہ مین ابتدائی تعلیم کے بعض جدید اصول کو جو قسطنطنیہ مین رائج تھے، اسمعیل مرزا قریمی نے اپنے ملک مین بھی رائج کیا اور اپنے اخبار ترجمان کے ذریعہ سے انکے فواید کی اشاعت کی، جنکو وہان کے برگزیدہ اصحاب نے قبول کر لیا، اور رفتہ رفتہ انکے مطابق یہان بھی تعلیم کا رواج ہوگیا، اسکے بعد ابتدائی تعلیم کے نصاب مین جو لغو و مزخرف رسالے داخل تھے وہ خارج کر دیے گئے اور اسکے بجاے ایسے رسالے داخل کئے گئے جو اعتقادات، عبادات اور معاملات کے مسائل پر مشتمل تھے، اسکے بعد صرف و نحو کی بعض ابتدائی کتابین تاتاری زبان مین ترجمہ کیگئین، تعلیم کیلئے تنخواہ دار معلمین مقرر کئے گئے جنکا کام تعلیم کے سوا اور کچھ نہ تہا، تعلیم کے اوقات مقرر کئے گئے، نصاب سے غیر مفید کتابین نکال ڈالی گئین، اور ضروری علوم مثلاً معانی، بیان، بدیع، عروض، تفسیر، اور حدیث کی کتابین داخل کی گئین، بعض جدید علوم مثلاً حساب، جغرافیہ، اور تاریخ کی کتابین بھی داخل نصاب کی گئین،

اصلاح نصاب کے علاوہ اور مختلف قسم کی اصلاحات عمل مین آئین، پہلے مدرسہ مین طلبا کے آنے جانے کا وقت مقرر نہ تہا، اب وقت مقرر کیا گیا، پہلے طلبا اپنا کہانا خود پکاتے تھے، اب کہانا پکانے کے لئے باورچی مقرر کئے گئے، اس طریقہ سے طریقۂ تعلیم اور مدارس عربیہ کی حالت مین ایک محسوس اصلاح ہوگئی، اور یہ طریقہ تمام ملک مین اصول جدیدہ کے لقب سے مشہور ہوا، امرا کو اس طریقہ کے فواید نظر آئے تو انھون نے نہایت فیاضانہ طریقہ سے اسکی حوصلہ افزائی کی، اور خود اپنے مصارف سے متعدد مکاتب و مدارس قائم کئے، جنمین اسی اصول کے موافق تعلیم دیجانے لگی، لیکن موافقین کے ساتھ ساتھ علمار مین ایک گروہ مخالفین کا بھی پیدا ہوا، جنمین دو قسم کے لوگ تھے، ایک تو محض رشک و حسد سے اس طریقہ کو بدعت، کفر، اور اصول سلف کے مخالف سمجھتے تھے، اور دوسرے لوگ حقیقتہ اپنی جہالت و ناواقفیت سے

اسکو برا سمجھتے تھے، اور اسپر سخت لعن وطعن کرتے تھے، ان لوگون کو مخالفت کا ایک اور موقع یہ ہاتھ آیا کہ فرقہ یزیدیہ کے چند متبعین نے اپنے آپکو اصول جدیدہ کا پیرو مشہور کرکے بعض ایسی باتون کی اشاعت کی جو شریعت کے مخالف تہین، مثلاً یہ کہ اصول جدیدہ ہمکو داڑہی منڈانے موچھ بڑہانے، راگ باجا سننے، عورتون کو بے پردہ کرنے، تصویر لگانے، اور کفار کی وضع اختیار کرنیکی اجازت دیتا ہے،

اخبار شرق الروس اوہنین لغویات کی اشاعت کے لئے نکالا گیا، اور اس نے ان لوگون کے مضامین کو نمک مرچ لگاکر نہایت خوشی سے شایع کرنا شروع کیا، مخالفین کے ہاتھ یہ حربہ لگا تو انھون نے ہر موقع پر اس سے کام لیا، اور عوام مین اس طریقہ تعلیم کے متعلق سخت برہمی پہیلادی، اسکے مقابلہ مین موافقین نے یہ غلطی کی کہ ان لغویات کا جواب شایع کرنا تضیع اوقات سمجھا، اسلئے جن لوگون پر ان مضامین کا اثر پڑچکا تہا وہ اور راسخ ہوگئے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ خاموشی رضا وتسلیم کے مرادف ہے،

جو لوگ مصر، قسطنطنیہ، اور حرمین شریفین کا سفر کرکے آئے، اور جن طلبا نے جدید اصول کے موافق تعلیم پائی، ان مین بعض نے درحقیقت بہت سی باتون مین تو لاً وعملاً شریعت کی مخالفت کی اسلئے اُنکے قول وعمل کے ذریعہ سے مخالفین نے عوام کو اور بھڑکایا، اور ہندوستان مین آج جو حالت قائم ہے، بعینہ وہی تاتار مین بھی قائم ہوگئی،

باب المراسلة والمناظرة

سورۂ یوسف سے ایک واقعہ کی تفسیر

ازجناب ڈاکٹر صادق علی صاحب کپورتھلہ

آیت ذیل کے بارہ مین علمائے کرام اور افاضل علام سے مؤدبانہ استفسار کیا جاتا ہے،

قال اللہ تعالی وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَـًٔا وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۝ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

ان آیات کی تفسیر مین جو کچھ مفسرین رحمہم اللہ نے لکھا ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ زوجہ عزیز کا ایک غلام پر عاشق ہونے کا اور غلام کے نفرت کرنیکا چرچا ہونے لگا، تو اُس نے چرچا کرنے والی عورتون کی دعوت کی، ہر ایک کے ہاتھ مین چہری دی، یوسف علیہ السلام کو اُنکے سامنے کیا سب نے اُنکے کمال حسن کا اعتراف کیا اور ایسی مدہوش ہوئین کہ اپنے ہات کاٹ ڈالے،

اس تفسیر کی نسبت ایک تو یہی معلوم نہین کہ سند کیا ہے، کتابون مین چند قدمائے مفسرین کے حوالے بیشک درج ہین، لیکن قدما کا قول بھی جب تک اُسکے ساتھ روایت ودرایت کی سند نہو بروے اصول اسلامی معتبر نہین، دوسرے اس تفسیر پر کئی طرح کا اشتباہ ہوتا ہے کیونکہ اگر چرچا کرنیوالی عورتون کا بھی اعتراض ہوتا کہ زوجہ عزیز عبرانی غلام کے ساتھ ناجائز تعشق کا جرم کیون کرتی ہے، تو اُن کا یہ اعتراض بجا اور انکا خیال نہایت پاکیزہ ہوتا، مگر قرآن مین اُن کے

خیال "کو "مکر" سے تعبیر کیا گیا"، "مکر" قرآنی اصطلاح مین یا تو فن و فریب کے مذموم معنون مین مستعمل ہے
یا کسی پوشیدہ تدبیر کے معنون مین، حالانکہ کسی فعل بد کے ارتکاب کا تذکرہ نہ فن و فریب ہے نہ
مخفی تدبیر، اسلئے عورتون کے جس فعل کو مکر کہا گیا ہے وہ صرف زلیخا کے الزام ہی کا تذکرہ ہنین،
بلکہ اس سے بڑھکر کچھ اور بھی ہوگا، خود مفسرین کو یہ اعتراض سوجھا ہے اور وہ کئی طرح سے تاویل
کرتے ہین، مثلاً یہ کہ عورتون نے اس بہانے سے یوسف علیہ السلام کو دیکھنا چاہا ہوگا، اور یہ مکر ہے،
لیکن جواب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام پردہ نشین نہ تھے، شہر کے گلی کوچون مین بے تکلف چلتے
پھرتے ہونگے، انکو دیکھنا مشکل نہ تہا، اور مصر کی عورتون مین ایسی پردہ نشینی کا بھی ثبوت ہنین کہ نہ
گھر سے باہر نکلین نہ گھر کی دروازہ مین سے باہر جہانک سکین، اور بالفرض وہ ایسی پردہ نشین
ہوتین تو گھر مین بلاکر یوسف علیہ السلام کو بے تکلف اُنکے سامنے بلایا بھی نہ جاتا بلکہ کسی حیلہ بہانہ سے
چق یا پردہ کے اندر سے اہنین دیکھنے کا موقع دیا جاتا، لیکن قرآن مین صاف کہا گیا ہے کہ
اس نے یوسف کو اُنکے سامنے باہر نکالا،

پھر ہاتھون کو کاٹ لینا اگر بے اختیاری اور شدت حیرت کا فعل ہو تو ایسے افعال
دفعتہً سرزد ہوا کرتے ہین اور پہلے سے معلوم ہنین ہو سکتا کہ کوئی شخص مختل الحواس ہو جائیگا تو
اس سے کس قسم کی حرکت سرزد ہوگی، اگر زوجۂ عزیز کو یقین ہوتا کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھکر یہ
عورتین از خود رفتہ ہو جائینگی اور دیوانون کی سی حرکتین کرنے لگین گی تو اسکا خیال اس قسم کے کسی
ایک فعل پر مرکوز ہنین ہو سکتا تہا، اور یہ یقین کرنیکی کوئی وجہ نہ تھی کہ بدحواس ہوکر وہ ضرور اپنے
ہاتھ ہی کاٹین گی، بلکہ وہ گمان کر سکتی تھی کہ ممکن ہے بیہوش ہوکر گر پڑین، ممکن ہے کہ چیخنے
چلانے لگین، ممکن ہے شدت اضطراب مین یوسف سے لپٹ جائین اور انکے ہاتھ مین کوئی
حربہ دیا جائے تو ممکن ہے ہاتھ کاٹ لین، ممکن ہے کوئی اپنا گلا کاٹ لے، کوئی جسم کے

کسی اور حصہ کو نقصان پہنچائے اور جو عورت چھری ہاتھ مین لئے ہوے یوسف کو جھپٹ جائے
وہ چھینا جھپٹی مین ممکن ہے یوسف ہی کو زخمی کردے اور ممکن ایک طرف بلکہ ضرور ہے کہ
بے اختیاری مین جب حربہ سے کام لیا جائے تو سب سے ایک ہی قسم کا فعل سرزد ہو بلکہ کسی کا
ہاتھ کٹے، کسی کی ناک، کسی کا گلا، اور کسی کے ہاتھ سے کسی اور کو نقصان پہنچے، پس یوسف کے
جمال کا اعجاز اور دیکھنے والون کے بے اختیار ہونیکا تماشا مقصود ہوتا تو سب کے ہاتھ مین چھری
دینے کی ضرورت نہ تھی، بیہوشی اور بدحواسی چھری کے بغیر بھی ثابت ہو سکتی تھی، اور چھری دینے مین
اتنے مختلف الاشکال اور خوفناک حادثون کا احتمال تہا، اور بالخصوص خود یوسف علیہ السلام کو
نقصان پہنچ جانیکا جسکو زلیخا برداشت نہ کر سکتی، مگر لکھا یہ ہے کہ جس طرح اُنکے فرش و بستر کا
اہتمام کیا گیا ہے، اسی طرح سب کے لئے چھری مہیا کرنیکا خاص اہتمام کیا ہے، پس ضرور ہے کہ اُسکی
غرض بھی مہتم بالشان اور نتیجہ خیز ہوگی، اگر کہا جائے کہ چھری کو کھانا کھانے مین استعمال کرنا
مقصود تہا تو پھر یہ قرین قیاس ہنین کہ چھری کے ساتھ کھانیکی چیز سب نے ایک ہی وقت مین
کھانی شروع کی ہو، بالخصوص اسوقت مین جب یوسف علیہ السلام اُنکے سامنے آئے اور پھر
سب عورتون پر جو مختلف الطبائع اور مختلف الاحساس ہونگی اثر بھی ایک ہی ہو کہ کھاتے
کھاتے ہاتھ کاٹ لین، نہ کوئی ان مین سے ضبط کر سکے، نہ کوئی زیادہ بیقرار ہوکر کسی اور حرکت کا
ارتکاب کرے، نیز حسن و جمال کے نظارہ سے ایسا مدہوش ہونا کہ انسان اپنے تئین زخمی کرلے
ابتدائے آفرینش سے آجتک ایسا کوئی واقعہ سُننے مین بھی ہنین آیا اور خود زوجۂ عزیز جو
یوسف علیہ السلام کی سب سے زیادہ عاشق تھی، خود اُسپر بھی ایسا حادثہ ہنین گذرا، غرض اس
تفسیر مین عورتون کے الزام کو اور اُنکے ہاتھ کاٹنے کو جس شکل مین بیان کیا گیا ہے، غیر منصوص
اور خلاف سیاق و سباق ہونیکے علاوہ سراسر خلاف عقل اور غیر مربوط ہے،

اس تفسیر سے قطع نظر الفاظ قرآن سے جو گمان غالب پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ زوجۂ عزیز کی نسبت مصر کی چالاک عورتون مین چرچا یہ ہوا ہوگا کہ عجب نادان ہے، غلام کو اپنی جانب راغب کرنے مین کامیاب نہین ہوسکتی اور مفت مین بدنام ہوتی ہے، جوان آدمی کا پھسلا لینا کیا مشکل ہے، خود جوان عورت ہے خوبصورت ہے، اپنے غلام کے جسم و جان پر ہر طرح کا اختیار رکھتی ہے، ہم اگر اسکی جگہ ہون تو دم بھر مین سیدھا کرلین، ویسے نہ مانے تو ڈرا دھمکا کر راہ پر لگالین، یہ عیاری اور بدمعاشی کی باتین ہین جو زلیخا نے سنی ہونگی، اور انکو بلا بھیجا ہوگا یا تو اسلیے کہ انکو یوسف علیہ السلام کی غیر معمولی عصمت کا قائل کرے یا اس خیال سے کہ انکی تدبیر سے خود اسکا اپنا کام بھی بنجائے، چنانچہ وہ آئین تو ضرور پہلے مشورہ ہوا ہوگا، اور ایک خاص مدعا کو مدنظر رکھکر سب کے لیے بستر اور چھری مہیا کردیگئی ہوگی، پھر یوسف علیہ السلام کو انکے پاس بھیجا ہوگا انہین اپنے آقا کی بیوی کا حکم بجا لانے مین کیا عذر تھا تشریف لیگئے ہونگے، وہان عورتون نے پہلے اپنے ناز و کرشمہ سے کام لیا ہوگا، اسکا اثر نہ دیکھا ہوگا تو ڈرایا دھمکایا ہوگا، اس سے عاجز آئی ہونگی تو اپنے ہاتھون پر ایسے زخم لگائے ہونگے، جیسے کوئی ظالم چھری سے حملہ آور ہوا اور مظلوم ہاتھون پر اسکے وار کو روکے اور زخم کھائے، یہ اسلیے کہ ارے ظالم تو ہمارا کہنا نہین مانتا تو اب یہ زخم دکھا کر تجھکو مجرم بنائینگے کہ تو نے ہماری عصمت پر حملہ کرنا چاہا، اور ہمنے نہ مانا تو چھری سے حملہ آور ہوا جسکو ہمنے ہاتھون پر روکا، اب بھی مان جا ورنہ مجرم بنکر سزا پائیگا، یوسف علیہ السلام نے ایک نہ سنی ہوگی تو بے ساختہ انکی زبان سے نکلا ہوگا ما هٰذا بشرًا ان هٰذا الا ملك كريم، یہ آدمی نہین یہ تو فرشتہ ہے،

یہ تفسیر لفظ مکر اور ہاتھ کاٹنے کے واقعہ سے بھی مربوط ہے، اور باقی قصہ مین بھی کئی جگہ یہی مطلب متبادر ہوتا ہے،

اول - یوسف علیہ السلام اس واقعہ کے بعد دعا کرتے ہین رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ والا تصرف عنی کیدهن اصب الیهن واکن من الجاهلین، یہان هُنّ کی ضمیر مین سب عورتون کو شامل کرتے ہین اور التجا کرتے ہین کہ جس کام کی طرف یہ سب عورتین بلاتی ہین اُس سے تو قید ہوجانا بہتر، اور اگر تو مجھے انکی چالون سے نہ بچائیگا تو مین انکی طرف مائل ہوجاؤنگا، اور اصب الیهن نص ہے اس مطلب کی کہ سب عورتین یوسف علیہ السلام کو اپنی اپنی طرف بلاتی تھین ورنہ وہ کیون فرماتے کہ مین انکی طرف مائل ہوجاؤنگا، اور جواب مین خدا فرماتا ہے فصرف عنه کیدهن یہان وہی جمع مونث کی ضمیر ہے اور سب کے کید سے یہی بہکانا اور اپنی جانب مائل کرنا مراد ہوسکتا ہے ورنہ دیکھکر بیہوش ہوجانا کوئی کید نہین،

دوئم - جن لفظون مین زلیخا کے بہکانے کا ذکر ہے، انہین لفظون مین تمام عورتون کے فعل کا ذکر کیا گیا ہے، یوسف علیہ السلام کی درخواست پر بادشاہ نے عورتون سے دریافت کیا ہے تو زلیخا کہتی ہے الان حصحص الحق انا راودته عن نفسه باقی عورتون سے بادشاہ پوچھتا ہے تو وہ بھی یہی کہتی ہین ما خطبکن اذ راودتن یوسف عن نفسه جب زلیخا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ مین نے یوسف کو اپنی طرف بلایا تو بادشاہ کے کلام کا بھی یہی مطلب ہوگا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف بلایا تو اُسے کیسا پایا، یہ الفاظ صاف بتاتے ہین کہ یوسفؑ کے فرمانے سے یا کسی اور طرح سے بادشاہ کو علم ہوگیا تھا کہ انہین ان عورتون نے اپنی جانب مائل کیا تھا، اور یہ وہی واقعہ ہے جبکہ عورتون نے اپنے ہاتھ کاٹے، کیونکہ حضرت یوسف بھی دریافت کرتے ہین، ما بال اللاتی قطعن ایدیهن (ان عورتون کا واقعہ ہی جنھون نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے)

سوئم - عورتون نے بہکانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کا اعتراف کیا تو زلیخا کہتی ہے، فذلكن الذی لمتننی فیه ولقد راودته عن نفسه فاستعصم یہان اگر

زلیخا کا یہی مطلب ہوتا کہ عورتین میرے محبوب کو فقط دیکھہ لین اور اُنکے جمال کا اعتراف کرین تو فذلکن الذی لمتننی کہنا کافی تہا، یعنی دیکہو ایسی چیز ہے جسپر مرنے کا تم مجھے طعنہ دیتی ہو، اسکے بعد یہ بھی کہنا کہ مین نے اسکو اپنی طرف راغب کیا مگر کامیاب نہوئی بے محل ہے، کیونکہ یہ واقعہ عورتون کو پہلے سے معلوم تہا اور اسی کا وہ طعنہ دیتی تہتین، یہ فقرہ جبہی چسپان ہوتا ہی تو اسی صورت مین کہ عورتین بھی یوسف علیہ السلام کو اپنی جانب راغب کرنے مین ناکام رہی ہون اور زلیخا کہے کہ دیکہو یہ وہ بہادر ہے جسپر قابو نپانے کا تم طعنہ دیتی تہتین، اب تم نے بھی اپنی جانب بلاکر دیکھہ لیا کہ وہ بس مین نہ آیا، اسی طرح مین اُسے بلاتی تھی اور وہ نہین مانتا تہا تو مجھے نادان کیون کہتی ہو،

چہارم - اس واقعہ کے بعد خدا فرماتا ہے ثم بدالھم من بعد ما راؤ والآیات لیسجننہ حتی حین

یہان ھُم کی ضمیر عزیز اور اُسکے کارپردازون کی جانب راجع ہے اور کہا گیا ہے کہ اُنھون نے نشانات دیکہنے کے بعد اُسے قید کرنا مناسب سمجہا، یہان نشانات سے مراد اگر معجزات ہون تو اول تو قرآن مین یوسف علیہ السلام سے اس غلامی کے زمانہ کا کوئی معجزہ مروی نہین، ایک شہادت دینے والیکا ذکر ہے جسکی نسبت قرآن کریم مین مذکور نہین کہ وہ شیرخوار بچہ تہا، دوسرے اگر روایات کے بموجب اُسکو شیرخوار بچہ بھی مان لیا جائے جب بھی یہ صرف ایک معجزہ ہوگا، اور یہان آیات جمع کا لفظ ہے، اور معجزہ کے معنی لئے جائین تو کئی معجزے ہونے چاہئین، تیسرے اگر بہت سے معجزات فرض کر لئے جائین تو معجزات کے دیکہنے کے بعد جب اُنکی عظمت مسلّم ہو چکی ہو، قید مین بھیجنے کی تیاری کرنا ناقابل فہم بات ہے، معجزات کو دیکہکر وہی فیصلہ ہونا چاہئیے تہا جو عزیز نے شہادت سُننے کے بعد کیا تہا کہ یوسف کو جدا رہنے کا حکم دیا اور زلیخا کو ملامت کی، پس یہان آیات سے معجزات مراد نہونگے بلکہ وہ

نشانات مراد ہونگے جو عورتون نے مکاری سے حضرت یوسف ؑ کو مجرم بنانے کیلئے بنائے تھے، اور ضرور عورتون نے اپنے زخم دکہا کر یوسف علیہ السلام پر الزام قائم کیا ہوگا جسپر دیکہنے والون نے کچھ یقین کیا ہوگا کہ زخم موجود تھے، اسلئے فیصلہ کیا ہوگا کہ تھوڑی سزا قید کی دیدو،

پنجم - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت مین فرمایا کہ ابوبکر رض نماز پڑہائین حضرت عائشہ کے کہنے سے حضرت حفصہ رض نے حضرت عمر رض کی سفارش کی تو آنحضرت ص نے فرمایا انکن صواحب یوسف اس فقرہ مین حضرت حفصہ کی ایک طرح کے غلط مشورہ دینے پر اور حضرت عمر کے امام بنانیکی ترغیب پر انہین یوسف کی ہمراہی عورتون سے تشبیہ دی ہے تو ضرور اُن عورتون نے بھی یوسف علیہ السلام کو بری ترغیب دی ہوگی، جمال دیکہکہ غش ہو جاتین تو اُنکی یہ تشبیہ موزون نہوتی،

یہ تفسیر جو علمائے کرام کی خدمت مین پیش کیجاتی ہے، راقم کے خیال مین قرآن کریم اور حدیث کی دلالۃ النص اور اشارۃ النص سے ثابت ہوتی ہے، اور ہر طرح مناسب حال اور مربوط ہے حضرات علما سے درخواست ہے کہ اُسکی نسبت اپنی رائے مفصل و مدلل تحریر فرمائین اور عنداللہ ماجور ہون، خدا فرماتا ہے، وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ ۵

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا ۵

معارف: آپ نے ان آیات کی جو تفسیر کی ہے حضرۃ الاستاذ علامہ **شبلی** نے اپنے حلقۂ درس قرآن مجید مین بھی یہی تفسیر فرمائی تھی، اس توارد خیال پر غالب کا یہ مصرع یاد آتا ہے،

متاع من ز نہانخانۂ ازل بردہ است

باب التقریظ والانتقاد

اساس التعلیم

از خامہ مولوی عبدالماجد بی-اے، ایم آر اے ایس، ایم اے ایس

عام خیال یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کا کام ہر شخص انجام دیسکتا ہے، اور معلم کیلئے اصول تعلیم کی واقفیت بالکل ضروری نہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ بے بنیاد کوئی خیال نہین، اسمین شبہہ نہین کہ ہر زمانہ مین صدہا ہزارہا معلم ایسے ہوتے رہے ہین (اور اب بھی موجود ہین) جنھون نے فن معلمی کی باضابطہ تحصیل کے بغیر اپنے فرائض کو نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیا ہے، لیکن اس سے عام خیال کی صحت ثابت نہین ہوتی، بیشمار انسان ہین جو بغیر کسی طب کی طرف رجوع کئے امراض سے شفایاب ہو جاتے ہین، مگر کیا اس سے فن طب کا غیر ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے؟ لاکھون کرورون آدمی، بغیر منطق کا ایک حرف پڑھے صحیح نتائج تک پہنچ جاتے ہین، لیکن کیا اس سے فن منطق کی عدم ضرورت پر استدلال کرنا صحیح ہوگا؟

یورپ مین ایک بڑی حد تک اس عام غلط فہمی کی اصلاح ہوگئی ہے، اور فن تعلیم نے ایک مستقل و باضابطہ فن کی حیثیت اختیار کرلی ہے، ہر سال صدہا کتابین اس موضوع پر شائع ہوتی ہین، اور سینکڑون ہفتہ وار و ماہوار پرچہ نکلتے ہین، جنمین عام تعلیمی معلومات کے ساتھ تعلیم کے مختلف طریقون پر بحث ہوتی ہے، اور معلمی کے اصول شرح و بسط سے بیان کئے جاتے ہین، صدہا محققین نے اپنی عمرین اسی فن کی تحصیل و مطالعہ کے لئے وقف کردی ہین، جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تحقیقات کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، اکتشافات ہوتے رہتے ہین،

اور ہر روز جدید کلیات وضع ہوتے رہتے ہین،

ہندوستان مین شاید ابھی وہ دن نہین آیا ہے کہ اس فن کے مجتہدین و محققین پیدا ہون، جو اپنے اجتہادات سے سارے عالم کو سبق دین، لیکن وہ اگر سبق دینے کے قابل نہین تو سبق لینے سے تو معذور نہین، اور کون کہ سکتا ہے کہ اسکی یہ آجکی شاگردی کل کی استادی کا پیش خیمہ نہین؟ علم و فن کی مشعل دنیا مین ہمیشہ یون ہی روشن ہوتی آئی ہے، جس قوم کے سر پر آج استادی کی دستار نظر آرہی ہے، کل اُسے زانوے تلمذ تہ کرنا پڑیگا، جو قوم آج شاگردانہ حیثیت سے درس لے رہی ہے، کل خود اسکے درس کا شہرہ ہوگا، یہ حال جملہ علوم و فنون کا ہی، فن تعلیم اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین،

خواجہ غلام الحسنین پانی پتی غالباً پہلے شخص ہین جنھون نے (پنجاب یونیورسٹی کے مسائی جمیلہ کے بعد) انجمن ترقی اُردو کے حسب فرمائش اسپنسر کی معرکتہ الآرا کتاب فلسفۂ تعلیم کا اردو مین ترجمہ کیا، جسکے مطالعہ سے خالص اردو دان جماعت کو نظر آسکتا تھا کہ فن تعلیم ایک مستقل فلسفہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور اسکے مسائل کسدرجہ اہمیت رکھتے ہین، سرکاری یونیورسٹیان، ماسٹرون کے لئے جو درسی کتابین تیار کراتی رہتی ہین، اگر اُنسے قطع نظر کیجائے تو فلسفۂ تعلیم کے بعد سے کہنا چاہیئے کہ اُردو کی رفتار عمل اس سمت مین بالکل رک گئی تھی، اور ایک آدھ رسالہ جو اس درمیان مین شائع ہوے، اُنہین ملک مین کوئی خاص مقبولیت و اہمیت نہ حاصل ہوئی،

ایک عرصہ دراز کے سکون و جمود کے بعد ایک جوان مرد نے پھر اس میدان مین قدم رکھا ہے، منشی عبدالغنی بی-اے، ال ال بی، منصف لکھنؤ، ہماری قوم کے ان مستثنیٰ افراد مین ہین جو عدالتی و سرکاری ذمہ داریون کے ساتھ ساتھ اپنی دماغی زندگی کو بھی قائم رکھتی ہین،

اور اس سے بڑھکر یہ کہ اپنے لطف مین اپنے ہم وطنون کو بھی شریک کرنا چاہتے ہین، حال مین اُنھون نے اساس التعلیم[۱] کے نام سے جو کتاب شایع کی ہے وہ اُنکے وسیع مطالعہ کا ثمرہ ہے، اسوقت یورپ مین جو ذات فن تعلیم کی سب سے بڑی ماہر تسلیم کیجاتی ہے، وہ طبقۂ رجال مین نہین بلکہ ایک اطالوی خاتون ڈاکٹر مانٹی سوری ہے، جسکے نظریات نے یورپ کے تعلیمی حلقون مین گویا ایک انقلاب برپا کردیا ہے، اساس التعلیم کا اصلی ماخذ اسی ڈاکٹر مانٹی سوری کی تصنیفات ہین، گو ساتھ ہی بعض دیگر مشاہیر حکما، مثلاً جیمس، اسپنسر، وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے،

مولف، ایک دلچسپ مقدمہ کے بعد باب اول مین جسم کے ان حصون سے بحث کرتے ہین جنکا تعلیم و تربیت سے خاص تعلق ہے، مثلاً دماغ، نخاع، اعصاب وغیرہ، اور جنکے مجموعہ کا نام نظام عصبی ہے، باب دوم مین اسی طرح نفس کے عناصر اصلی کی تشریح و تحلیل کیگئی ہے، باب سوم سے باب پنجم تک نفس کے تاثر اور نشو و نما کے طریقون کا ذکر ہے، جسکے ضمن مین، احساس، اور جبلت ماحول، وغیرہ پر مفصل بحثین ہین، یہانتک کتاب کا نظری یا فلسفی حصہ تھا، باب ششم سے آخر تک کتاب کا عملی جزو ہے، باب ششم مین ڈاکٹر مانٹی سوری کے طریقۂ تعلیم کی توضیح و تشریح ہے، باب ہفتم و ہشتم مین اُن قواے دماغی پر بحث ہے، جن پر گویا تعلیم و تعلّم کا دار و مدار ہے، یعنی توجہ و حافظہ، آخری باب مین یہ دکھایا گیا ہے کہ تنبیہ و تحسین، سزا دہی و حوصلہ افزائی کا بچون کی طبایع پر کیا اثر پڑتا ہے، اور یہ کن کن صورتون مین اور کس حد تک مناسب ہین،

ڈاکٹر مانٹی سوری کے طریقۂ تعلیم کا اصل الاصول یہ ہے کہ تعلیم الفاظ کے ذریعہ سے نہین بلکہ اصل اشیاء کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے، قدیم طریقۂ تعلیم مین بغیر اشیاء خارجی کی وساطت کے

[۱] اساس التعلیم، مولفہ منشی عبدالحق، ضخامت مع دیباچہ ۱۰۲ صفحہ، پتہ: الناظر بک ایجنسی، چوک لکھنؤ، قیمت ۱۲؍

طلبہ کو الفاظ اور انکے معانی رٹا دیئے جاتے تھے، جس سے انکے ذہن مین کوئی صاف مفہومی کیفیت پیدا ہی ہونے پاتی تھی، کنڈر گارٹن طریقۂ تعلیم نے اصلاح کا ایک قدم آگے بڑھایا، اس نے تصاویر، کھلونون اور نمونون کے ذریعہ سے اصل شے کی ماہیت طلبہ کے ذہن نشین کرنا چاہی، مانٹی سوری کا اصول یہ ہے کہ یہ تصویرین اور کھلونے بھی کافی نہین، بلکہ جہانتک ممکن ہو، بچون کو براہ راست اصل اشیاء سے واقفیت پیدا کرانا چاہیئے، فرض کرو، بچہ کے سامنے "انجن" کا لفظ آتا ہے، قدیم طرز کا استاد صرف اسکے معنی بتا دیگا کہ انجن ایک لوہے کی بنی ہوئی خاص قسم کی گاڑی ہوتی ہے جو باقی گاڑیون کو کھینچتی ہے، اس سے زیادہ ترقی یافتہ صورت یہ ہے کہ انجن کی تصویر بچہ کو دکھا دی جاے، اس سے بھی بڑھکر یہ کہ انجن کا کھلونا لاکر بچہ کے سامنے رکھدیا جاے، مانٹی سوری کا طریقہ یہ چاہتا ہے کہ بہت چھوٹی ساخت کے اصل انجن بچہ کے مشاہدہ مین آئین، جنکے کل پرزے مثل بڑے انجنون کے ہون، اور جو انہین کی طرح بھاپ کی قوت سے حرکت کرین، اس طریقہ سے، بچہ کو ایک دن مین انجن سے جتنی واقفیت ہوسکتی ہے اتنی ساری عمر انجن کے لفظی معانی ازبر کئے رہنے سے نہین ہوسکتی،

مانٹی سوری کا ایک دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو، بچون کے کسی فعل مین مداخلت نہ کیجائے، استاد کا کام صرف یہ ہے کہ ایسا سامان، بچہ کے گرد و پیش بہم پہنچا دے جس سے وہ از خود تعلیم حاصل کرے، نہ یہ کہ ہر بات اسے بتاتا رہے، قدیم طرز تعلیم مین اور اسمین جو زمین و آسمان کا فرق ہے اسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے،

مانٹی سوری کا سارا نظام تعلیم اسی قسم کے مجتہدانہ اصول و مسائل پر مبنی ہے، مولف اساس التعلیم کی یہ خدمت کچھ کم وقیع نہین کہ اسکی وساطت سے اُردو خوان پبلک بھی ان اہم و معرکۃ الآرا مباحث و نظریات سے مستفید ہوسکیگی،

مولف صاحب اگر طبع ثانی مین امور ذیل کا لحاظ رکھین تو انکی کتاب موجودہ حالت سے
بدرجہا زاید مفید و دلچسپ بن سکتی ہے، موجودہ ایڈیشن مین افسوس ہے کہ انکا لحاظ نہین کیا گیا
لیکن آیندہ اہنین فروگذاشتون کی بہ آسانی تلافی ہو سکتی ہے،

(۱) کتاب کی زبان اتنی سلیس و شستہ نہین کہ عام ناظرین کو اس سے دلچسپی ہو سکے،
مصطلحات سے تو مجبوری ہے وہ تو بہرصورت ایسی ہونگی جو عام ناظرین کو نامانوس معلوم ہونگی،
لیکن انکے علاوہ کتاب کا عام طرز بیان زیادہ دلکش اور سُلجھا ہوا ہونا چاہیئے،

(۲) نفسیات و بعض دیگر علوم متعلقہ کی بہت سی مصطلحات پیشتر سے اُردو مین رائج ہو چکی ہین،
مولف نے متعدد مقامات پر یا تو اہنین چھوڑکر کوئی جدید اصطلاح استعمال کی ہے یا اہنین کو
کسی بالکل جدید مفہوم مین استعمال کیا ہی جس سے ناظرین کے ذہن کو یقیناً وحشت ہوگی،

(۳) مولف نے طریقۂ تعلیم، لباس و غذا وغیرہ سے متعلق جہان عملی ہدایات دی ہین، بہ مشکل سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان مین بیٹھکر ہندوستانی بچون کے لئے کتاب لکھ رہے ہین، (جنمین
امیر و غریب سب شامل ہین) بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے مخاطب اہل یورپ ہین یا صرف
وہ ہندوستانی خوشحال گھرانے جنھون نے یورپین طرز معاشرت اختیار کر لیا ہے، کتنے متوسط
وادنی طبقہ کے ہندوستانی بچے ایسے ہین جو صبح کے ناشتہ مین دودھ، نیم برشت انڈا، روے کا
حلوا، میلنس فوڈ، مالٹڈ ملک، اور دوسرے اوقات مین انار، انگور، یخنی، نان پاؤ، مکھن،
استعمال کرنیکی مقدرت رکھتے ہین؟ اسی طرح ہندوستانی بچون کے لئے یہ ضروری نہین کہ وہ
سلیقۂ خانہ داری کی تعلیم خواہ مخواہ میز کرسی وغیرہ مغربی ہی فرنیچر کے ذریعہ سے حاصل کرین، فرش،
قالین، تخت، گاؤ تکیہ کی وساطت سے بھی اہنین مساوی درجہ کی خوش سلیقگی آ سکتی ہے،

(۴) بعض الفاظ کی صحت نظر ثانی کی محتاج ہے، اعصاب کا واحد "عصب" مستعمل ہے،
"عصبہ" جماعت کے معنی مین آتا ہے، "حکم" کی جمع "احکام" کافی ہے، "احکامات" کی ضرورت
نہین، "اعصابی انحطاط" کے بجائے "عصبی انحطاط" ہونا چاہیئے، وقس علیٰ ہذا-

(۵) مصطلحات کی فرہنگ مع انکے انگریزی مرادفات کے ختم کتاب پر ضرور ہونا چاہیئے،

کتاب باوجود ان فروگذاشتون کے بحیثیت مجموعی بہت قابل قدر ہے، اور ہر ایسے
شخص پر جو اپنی یا اپنے کسی دوست و عزیز کی اولاد کو تعلیم دلانا چاہتا ہے، یا جسے مسئلۂ تعلیم سے
کچھ بھی دلچسپی ہے، اسکا مطالعہ فرض ہے، ہمین پورا اعتماد ہے کہ مولف موصوف کی آیندہ
کوشش اس سے بہت زیادہ کامیاب ہوگی،

ادبیات

از جناب شوکت علی صاحب فانی بی اے ال ال بی بدایون

ہل گیا زندان ترا ہو نالۂ شبگیر کا
چونک اُٹھا گھبرا کے ہر حلقہ مری زنجیر کا

میری تدبیرون کی مشکل اب تو یارب سہل کر
کیا یہ ساری عمر منہ تکتی رہین تقدیر کا

میرے دل سے پوچھتے ہین آپ کیا وجہ خلش
یاد ہی گم ہو گیا تھا کوئی پیکان تیر کا

عشق کا بھی کیا تصرف ہے کہ دل اب اُن ہنوز
آئینہ ہے غم کی جیتی جاگتی تصویر کا

آپکی آزردگی بے سبب بھی خوب ہے،
کیا مرے کا ہی تقاضا عذر بے تقصیر کا

کس نظر سے اُس نے دیکھا اپنے دامن کی طرف
کانپ اُٹھا ہر ذرہ میری خاک دامنگیر کا

برق خرمن کی بلا سے کیا رہا کیا جل گیا
جل گیا خرمن مین جو کچھ تھا مری تقدیر کا

فکر راحت چھوڑ بیٹھے تم تو راحت مل گئی
ہے قسمت سے لیا جو کام تھا تدبیر کا

نامرادی حد سے گذری حال فانی کچھ نہ پوچھ
ہر نفس ہے اک جنازہ آہِ بے تاثیر کا

کم ہے یا بڑھ گئی وحشت ترے دیوانون کی
دامنون کی ہے خبر اب نہ گریبانون کی

فصل گل خیر تو ہے وحشت مین دیوانون کی
دامنون کی خبر آئی نہ گریبانون کی

دل کے ناسور تو بجھے یاس کی چھینٹون سے مگر
نہ بجھی آگ لگائے ہوے ارمانون کی

حسن مخمور تغافل ہے ادب شرط وفا
رہگئی شرم غم عشق کے افسانون کی

چشم ساقی کی وہ مخمور نگاہی، توبہ!
آنکھ پڑتی ہے چھلکتے ہوئے پیمانون کی

طوق منت کے بڑھا ہو گئی منت پوری
بیڑیان موت نے کاٹین ترے دیوانون کی

اب جفا ہی نہ وفا یاد وفا باقی ہے
تھی جہان شمع وہان خاک ہے پروانون کی

دل مین رگ رگ سے کھنچ آئی ہین لہو کی بوندین
دعوتین سینۂ فانی مین ہین پیکانون کی

مانا کہ بات وعدۂ فردا پہ ٹل گئی
اور یہ وفا جو کل بھی نہ تھی آج کل گئی

اس خانہ خراب کی بربادیان نہ پوچھ
یادش بخیر آہ بھی دل سے نکل گئی

تم کیون گئے تھے آئینہ خانہ مین بیحجاب
اچھا ہوا کہ شرم و شرارت مین چل گئی

کچھ کر کے چارہ ساز نے تسکین دی تو ہے
سنتا تو ہون کہ اب مری حالت سنبھل گئی

آتی ہے خاکِ جادۂ ہستی سے بوئے دل
کس آرزو بھرے کی تمنا کچل گئی

دل کیون شب فراق تڑپ کر ٹھہر گیا
کیون اضطراب کیا نری صورت بدل گئی

ان گردشون کو روک کہ دل خون ہو گیا
اے آسمان ٹھہر مری حسرت کچل گئی

تعمیر آشیان کی ہوس کا ہے نام برق
جب ہمنے کوئی شاخ چنی شاخ جل گئی

اللہ ری نوک نشتر غم کی نگاہ دیکھین
اک اک لہو کی بوند پہ ظالم مچل گئی

فانی کے دل سے آیۂ لاتقنطو کے بعد
زاہد وہ دل فریبئ حسنِ عمل گئی

مطبوعات جدیدہ

طریق تسمیہ، علم کیمیا کے اصطلاحات اردو مین کس اصول پر قائم کئے جائین، اس بحث پر جامعۂ عثمانیہ کی طرف سے چودھری **برکت علی** صاحب بی ایس سی کا ایک رسالہ شایع ہوا ہے، بے شائبۂ مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ چودھری صاحب کی تحقیق اور طرز ادا ے مطالب اور نفس تجویز طریقۂ تسمیہ اسقدر اعلیٰ ہے کہ جامعۂ عثمانیہ کو اس کامیاب کوشش پر مبارکباد دینی چاہئے اور وہ عین اس توقع کے مطابق ہے جو ملک کو چودھری صاحب کی ذات سے ہے، ایسے خشک اور بے لطف مضمون کو اس فصیح، متین اور دلنشین عبارت مین ادا کیا ہے کہ ٹھوس علمی مسئلہ کا بار دماغ کو مطلقاً محسوس نہین ہوتا،

طریق تسمیہ کی نسبت چودھری صاحب کی تجاویز کا ماحصل یہ ہے کہ وہ اردو زبان کی اصطلاحات اور ہندوستان کے مزاج السنہ کے مطابق ہون جو اضافت صفت اور دیگر صرفی ونحوی تغیرات مین بآسانی ہمارا ساتھ دیسکین، تیسرے یہ کہ اُنکے مخففات استعمال کئے جاسکین، یہ رسالہ غالباً معرض فروخت مین نہین آئیگا،

لآلی الحکم، عربی درسگاہون کے چھوٹے درجون کے لئے عموماً قصہ کہانیون کے منتخبات پڑہائے جاتے ہین، جو معنوی حیثیت سے کچھ مفید نہین، مولوی **عبدالرحمٰن** صاحب ندوی مدرس مدرسۃ الاصلاح سرائمیر نے اس ضرورت کے لئے احادیث نبویہ مین سے مختصر اخلاقی نصائح مختلف عنوانات کے تحت مین جمع کئے ہین، جنہین ادبیت کے ساتھ اخلاق ومعاشرت کی تعلیم کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے، یہ رسالہ اس لائق ہے کہ لوگ ابتدائی تعلیم ادب کے لئے اسکو اپنے نصاب مین داخل کرین، قیمت ۴ر،

مجلد سوم | ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۶ھ مطابق فروری سنہ ۱۹ء | عدد ہشتم

مضامین

برکلے اور اُسکا فلسفہ

از پروفیسر عبدالباری ندوی

برکلے جسکی معرکۃ الآرا تصنیف "مبادی علم انسانی" پہلے شایع ہو چکی ہے اسکے دلچسپ ومفصل سوانح زندگی، اسکی فلسفیانہ تصنیفات کی ناقدانہ تلخیص، اسکے فلسفہ تصوریت کی تشریح وتنقید، اور مسئلہ تصورات کلیہ پر ایک مجتہدانہ محاکمہ، کتاب کا مختصر نام صرف "برکلے" ہے، ضخامت ۱۳۰ صفحے، کاغذ سفید ولایتی لکھائی چھپائی اعلیٰ، قیمت ۱۲ر